سلسلہ: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: اٹھائیسویں

رسالہ نمبر 6

الزلال الانقی
من بحر سبقۃ الاتقی

سب (متّیوں) سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا
سے صاف ستھرا میٹھا پانی

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی

(سب (متیوں) سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا میٹھا پانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

قال تعالٰی "وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ"[1] احمد رضا نقی علی رضا علی طیب ذکی بان یفضل الشیخین والضجیعین الجلیلین والامیرین الوزیرین فی درجات	اللہ تعالٰی فرماتا ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ پاک بر تر نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی رضائے احمد (سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضا مندی) پسندیدہ بر تر پاک ستھرے کے لئے ہے جو شیخین گرامی مرتبت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی

[1] القرآن الکریم ۳۵/۵

علیة علیه فباح به وافصح وبینه واوضح. ولوح به وصرح نادیا الیه لسانه وطیبا به جنانه۔ اذ لم تکن بحمد الله من الکبر وحب الجاہ ذرة لدیه اصفه وصفا اجدبه رشفا من بحر نعت مصطفی کانت له الجائل وزانت به الفضائل وازدانت له الفواضل فیه کان بدؤها والیه کان فیئها فلا تنتمی الا الیه ولا تنتهی الا الیه انعته بمحامد تکون لی مصاعد الی ذروة حمد واحد له الحمد کله دقه وجله وکثره وقله و اوله واخره باطنه وظاهره یرفع من یشاء ویضع اذ میزان الفضل بیدیه قولی هذا اقول و فی مید ان الحمد اجول۔بسم الله الرحمن الرحیم۔قال تعالٰی "لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ "[2] والحمد لله	علیہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں امیروں اور وزیروں کی درجات بلند وبالا میں فضیلت مانتا ہے تواس کو خوب واضح اور ظاہر کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور اس کی تلویح وتصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان اس عقیدہ کی طرف بلاتی اور اس کا دل اس پر خوش ہے۔ اس لئے کہ بحمد اللہ تکبر ومحبت جاہ سے کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں، میں اس کی ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے بحر نعت کے قطرے لوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس سے مزین ہیں اور عظیم نعمتیں اس کی مطیع، تو اسی سے ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف منتہی ہوں میں اوصاف حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں جو حمد یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ بنیں۔سب تعریفیں اسی کو سزاوار تھوڑی اور بہت اول وآخر ظاہر وباطن جس کو چاہے بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اور لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دست قدرت میں ہے، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدان حمد میں جولان کروں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔اللہ ہی کے لئے حمد ہے دنیا وآخرت میں۔سب تعریفیں اللہ

[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۰

رب العلمین حمد امنیعا علی ان فضل نبینا علی العلمین جمیعا واقامه یوم القیٰمة للمذنبین شفیعا، وحبا کل من راٰہ ولو لحظة من بعید فضلا وسیعا، ووعد من وقع فی واحد من الصحابة حمیما وضریعا، واختار منھم الاربعة الکرام عناصر الاسلام و ائمة الانام اختیارا بدیعا، وبنی ترتیب الخلافة علی ترتیب الفضیلة وغلط من عکس غلط شنیعا، فصلی اللہ وسلم وبارك وترحم علی حبیب القلوب وطبیب الذنوب واله الاطھار وصحبه الاخیار انه کان بصیرا سمیعا، صلوۃ اعظام یتلوھا سلام وسلام اکرام تعقبه صلوۃ وتشیع کلا برکة وزکوۃ الی الابد تشییعا، واشھد ان لا اله سیدہ ومولاہ ما اعظمه واعلاہ اکبرہ واجله وحدہ لا شریك له الھا رفیعا، وان محمدا عبدہ ورسوله ورحمته ورفدہ اجمله واکمله، وبدین الحق ارسله لیمحو

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو سب جہانوں پر فضیلت دی، اور انہیں قیامت کے دن گنہگاروں کا شفیع مقرر کیا، اور ہر مسلمان کو جس نے انہیں ایک لحظ دور سے بھی دیکھا وسیع فضل دیا اور ان کے صحابیوں کے بد گویوں کو جہنم کے گرم پانی اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان صحابہ سے چار بزرگوں کہ اسلام کے عناصر اور مخلوق کے امام ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب الٹی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوۃ وسلام بھیجے اور رحمت وبرکت اتارے دلوں کے پیارے اور گناہوں کے چارہ ساز اور ان کی آل پاک اور نیک صحابہ پر، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے عظمت کا درود جس کے پیچھے سلام چلے اور تکریم کا سلام جس کے پیچھے درود آئے، اور دونوں کو برکت وافزائش ہمیشہ کے لئے قوت دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک ان کا خدا ان کا آقا ومولٰی کس قدر بلند وبرتر اور بالا واعلی ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، عظمت الا معبود ہے، اور بے شک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انہیں سچے دین کے

كل علة ويعلوالدين كله علوا سريعا۔ **وبعد** فهذا ان شاء الله منحة عالية وسلعة غالية و رحمه ربانية لانزغة شيطانية.واوراق ان رأيت قليلة وان وعيت جليلة.اذا قرات هانت.واذا فهمت لانت.وان انصفت زانت.وان تعسفت بانت. فِىۡ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۲۲﴾ قُطُوۡفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ [3] فِيۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ ۙ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِىُّ مَبۡثُوۡثَةٌ ﴿۱۶﴾" [4]۔قبولها القبول من قبل الفحول.وزينتها الرد من اهل الحسد فيها من كل الثمرات.وجنا الجنات.عنب التحقيق ورطب التدقيق.وجوز الحقائق ولوز الدقائق تؤتى الفريقين اكلها مرتين مرة عسلا لارباب السنن. واخرى ثما لا عـــه لا صحب الفتن فيها عيون حكمة تسمى سلسبيلا.فان شئت ريا فقم سل سبيلا.ماء ها صاف وشاف وكاف	ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب دینوں پر جلد غالب آئیں۔ بعد حمد وصلوۃ ان شاء اللہ پر گراں قدر عطا اور بیش بہا متاع اور ربان رحمت ہے نہ کہ شیطانی وسوسہ،اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انہیں یاد کرلو تو گرانقدر ہیں اور پڑھو تو آسان اور سمجھو تو سہل،اور انصاف کرو تو سنوارین اور تعصب بر تو توجدار ہیں،اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے خوشے جھکے ہوئے ہیں،ان میں اونچے تخت ہیں اور چنے ہوئے کوزے اور قالین بچھے ہوئے اور چاندنیاں ہیں پھیلی ہوئی، اس کی ضیا فضلا کو مقبول ومنظور اور اس کی زینت یہ ہے کہ اہل حسد اسے قبول نہ کریں۔اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل ہیں۔ تحقیق کے انگور اور تدقیق کی تروتازہ کھجور اور حقائق کے ناریل اور دقائق کے بادام،یہ اپنے پھل دو بار دیتی ہے ایک بار سنیوں کے لئے ایسا پھل جو شہد کی طرح میٹھا ہو،اور دوسری بار گمراہوں کے لئے ایسا پھل جو ان کے لئے مہلک زہر ہو۔اس میں حکمت کے چشمے ہیں جن کا سلسبیل نام ____ اگر تو سیرابی چاہتا ہے تو اٹھ راستہ تلاش کر،اس کا پانی صاف اور شافی اور کافی ہے پینے والے

عـــه: بضم الثاء السم المنقح كذا فى المعجم الوسيط۔

[3] القرآن الكريم ٦٩ /٢٢و٢٣

[4] القرآن الكريم ٨٨ /١٣تا١٦

هُلَاهِلُ عــه۱ مرو لمن يستقيه وهلهل عــه۲ مرو لمن يتقيه۔

فيالها من جنة فى ظلها جنة للانس والجنة من شمس الافتتان وحريق المراء "اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ ۙ﴿۲۴﴾" السماء [5] تولى سقى اشجارها وفتق ازهارها واجتناء ثمارها عبده الكل عليه والمتفاق فى كل امر اليه عبد المصطفى الشهير باحمد رضا المحمدى دينا والسنى يقينا والحنفى مذهبا والقادرى منتسبا والبركاتى مشربا والبريلوى مسكنا والمدنى البقيعى ان شاء الله مدفنا، فالعدنى الفردوسى برحمة الله موطنا، كان الله له وحقق امله واصلح عمله و جعل اخراه خير امن اولاه ابن الامام الهمام، والفاضل الطمطام و البحر الطام والبدر التام، حامى السنن وماحى الفتن، ذى تصانيف رايقة وتواليف

کے لئے بہت کثیر اور ستھرا جس سے وہ سیراب ہو جاءیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل ہے کہ اس کو ہلاک کردے، تو یہ کیسی جنت ہے جس کے سایہ میں انسانوں اور جنوں کیلئے گمراہی کی دھوپ اور آتش جدل (ہٹ دھرمی سے امان ہے، اس کی جڑ جمی ہوئی اور اس کی شاخیں آسمان میں اس کے درختوں کی آبیاری اور اس کے پھول کھلانے اور پھل چننے کا کام اللہ کے محتاج بندے سرانجام دیتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فقیر بندے عبدالمصطفٰی عرف احمد رضا، جو دین کے اعتبار سے محمدی ہے اور عقیدہ کے اعتبار سے سنی اور مذہبا حنفی ہے اور قادری انتساب ہے اور ارادۃ برکاتی او رمسکنا بریلوی اور مدفن کے لحاظ سے ان شاء اللہ مدینہ والا البقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی کے لحاظ سے بہشتی فردوسی نے خود انجام دیا۔ اللہ اس کا ہو اور اس کی امید بر لائے اور اس کے عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دنیا سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضل عظیم، دریائے موجزن وماہ تمام، حامی سنت، ماحی بدعت، صاحب تصانیف پسندیدہ وتوالیف

عــــہ۱: بضم الهاء الماء الكثير الصافى المعجم الاوسيط۔

عــــہ۲: الهلهل، السم القتال، المعجم الوسيط۔

---

[5] القرآن الكريم ۱۴/ ۲۴

فایقة شریفة منیفة لطیفة نظیفة بقیة السلف، حجة الخلف، ناصح الامة، کاشف الغمة، حامی حمی الرسالة عن کید اھل الضلالة، ومما قلت فی بابه معتذرا الی جنابهٖ

فواللہ لم یبلغ ثنائی کماله
ولکن عجزی خیر مدحی لماله
فذالبحر لولا ان للبحر ساحلا
وذالبدر لولا للبدر یخشی ماله،

فاضلہ وبلند رتبہ ولطیفہ صافیہ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصح امت، دافع کربت، نگہبانی حدود رسالت از مکر اہل ضلالت، اور میں نے ان کے باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر عرض کیا ہے۔ ؎

اس کے کمال تک نہ پہنچا مرا بیاں
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحر بیکراں
کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر رہرماں

سیدی ومولائی وسندی ماوای العالم العلم علامة العالم مولانا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی الاحمدی الرسولی رضی اللہ تعالٰی عنه وارضاہ بالنضرة والسرور لقاہ ابن العارف العریف، السید الغطر یف شمس التقی، بدر النقی، نجم الھدی، علامة الوری ذی البرکات المتکاثرہ والکرامات المتواترہ، والترقیات الرفیعة والتنزلات البدیعة، و قلت فی شانه راجیا لاحسانهٖ

اذا لم یکن فضل فما النفع بالنسب
وھل یصطفی خبث وان کان من ذھب
والکننی ارجو الرضا منك یا رضا
وانت علی فازولی والی الرتب

سیدی و مولائی وسندی، ملجائی کوہ علم، علامہ عالم، مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی احمدی رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور انہیں تازگی وفرحت دے۔ ابن عارف مدبر سید وسردار کریم شمس تقوی ماہ تمام تقدس نجم ہدایت علامہ خلقت صاحب برکات کثیر وکرامات مستمرہ ودرجات عالیہ ومنازل بدیعہ میں نے ان کی شان میں ان کے انعام کا امیدوار ہو کر کہا ؎

معدوم ہو کرم وکس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

حصنی وحرزی وذخری وکنزی ذی القدر السنی والفخر السنی مولانا المولوی محمد رضا علی خان النقشبندی قدس اللہ سرہ و افاض علینا برہ امین یا رب العلمین، حملنی علی تصنیفھا واحسان تالیفھا باحسان ترصیفھا ما رایت ان قد زاغت اقدام وزلت اقوام وضلت افھام عما رفعت لہ الرایات الی رفع الغایات، واشمخ النھایات من توافر الایات و تظافر الاخبار وتواتر الاثار من العترۃ الاطھار والصحابۃ الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء لابرار من تفضیل الشیخین علی ابن الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنھم، و جعلنا لھم ومنھم حتی بلغنی ان بعض من قادۃ الخمین والظن غیر امین الی اقتداء العمین فی ازدراء الثمین واجتبا المھین تعلق بشکوك سخیفۃ لا لطیفۃ والا نظیفۃ وانما ھی کطعام "مِنْ ضَرِیْعٍۙ(۶) لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍؕ(۷)"[6] فیما توافق علیہ سادۃ النقی و قادۃ التقی

میرے حرز جان اور میری امان اور میرے کنز وذخیرہ صاحب قدر علی وفخر گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خاں نقشبندی اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر ان کا فیض جاری فرمائے، آمین یارب العلمین!
مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف خوب اور اس کی ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ منحرف ہوئے اور کچھ قسم پھسلے اور رکچھ ذہن اس سے گمراہ ہوئے جس کے لئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے گئے آیات، اخبار اور آثار کی کثرت سے اور اس پر صحابہ کبار، اہل بیت اطہار، پیشوایان اخیار اور علماء ابرار کا اجماع ہوچکا یعنی شیخین ابوبکر وعمر کی فضیلت ابوالحسنین علی پر اللہ ہمیں ان کے لئے کرے اور انہیں میں ہمیں رکھے یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین نہیں اندھوں کی اقتداء اور قیمتی چیز عـــہ۱ کی تحقیر اور ذلیل عـــہ۲ چیز کے انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف ہیں نہ نظیف ستھرے، بلکہ آگ کے کانٹوں کی غذا کی طرح ہے کہ "نہ فربہ کریں نہ بھوک سے بے نیاز کریں" کا سہارا اس میں لیتا ہے جس پر سرداران تقدس و تقوی کا اتفاق ہے یعنی

عـــہ۱: یعنی عقیدہ صحیحہ موافق اہلسنت وجماعت
عـــہ۲: یعنی گمراہی

[6] القرآن الکریم ۸۸/۶و۷

من الاجتجاج بکریمة "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾" [7] وقام بعرضها کلها اوبعضها احد المتدخلین فی عداد الاذکیاء علی بعض العصریین من النبلاء، و لم اعلم الام دارت رحی التقریر، وعلی ای شق برك البعیر، فاشتد ذلك علی وعظم امرہ لدی فاستخرت الله تعالٰی فی عمل کتاب یبین الجواب عن کل ارتیاب و یکشف النقاب عن وجه الصواب، مع اطلاعی علی قصور باعی وقصر ذاعی، عدم الظفر من اسفار التفاسیر الا بشیئ نزل یسیر ولو لا الا ما اقاسیه من هجوم هموم و عموم غموم وتباعد اغراض وتوارد اعراض، وما لا محیص عنه لمسلم من ایذاء موذ و ایلام مولم کما اخبر النبی الاکرم صلی الله علیه وسلم بید ان الفقیر العانی عاین عین اعیان المعانی تفیض علیّ فیضا مدرارا واتثج الی ثجا کبارا، افقوی ظنی ان صاحب التوفیق سیقوی الضعیف علی مایطیق فاختلست الفرصة

کریمہ "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾" سے فضیلت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حجت قائم کرنا اور ان شبہات کو ایک شخص نے جو اذکیاء کے شمار میں دخیل ہونا چاہتا ہے، فضلاء میں سے ایک ہمعصر پر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر مدعی کی ہوچکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا تو یہ مجھے دشوار گزار اور اس کا معاملہ میرے نزدیک بڑا ہوگیا تو میں نے اللہ سے استخارہ کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شبہ کا روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے نقاب اٹھادے باوجود یہ کہ میں اپنے قصور طاقت اور بساط کی قلّت اور کتب تفاسیر سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور اگر سوائے اندوہ وغم کے ہجوم اور اغراض کی دوری اور امراض کے وورد پیہم کے اور موذی کی ایذا جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیر ذلیل نے دیکھا کہ معانی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب پر سراٹے سے ابل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار میں اس کی طرف بہہ کر آرہے ہیں تو میرا گمان غالب ہوا کہ مالک توفیق (خدا) اس ضعیف کو اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

---

[7] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

خمسة ایام من آخر الشهر المبارك ذی الحجة الحرام، حتی جاءت بحمد الله کما تری تروق الناظر وتجلو البصائر کاشفة عن وجوه غوانی من حسان معانی لم تقرع الاذان، ونفائس تحقیق وعرائس تدقیق لم یطمثهن قبلی انس ولا جان فان صدق ظنی فکل مافیه غیر ما انمیه مما سمع به فکری الفاتر، وادی الیه نظری القاصر والانسان کما تعلم مساوق الخطاء والنسیان، فما کان صوابا فمن الله الرحمان، وانا ارجو الله سبحنه فیه، وماکان خطا فمنی ومن الشیطان وانا ابری الی الله عن مساویه، ویابی الله العصمة فی کل معنی وکلمة الا لکتابه الاعظم و کلام رسوله الاکرم صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ولما کان فض ختامها وطلوع بدر تمامها للیلة بقیت من المائة الثالثة عشر من سنی هجرة سید البشر علیه من الصلوات	تو میں نے ماہ مبارک ذوالحجۃ الحرام سے آخری پانچ دن کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ ایسی ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش کرتی، بصیرتوں کو جلا بخشتی ہے، اور ایسے خوشتر معانی (جو کانوں سے نہ ٹکرائے) سے پردے ہٹاتی ہے جو خوبان بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق کی نفیس صورتیں اور تدقیق کی دلہنیں ہیں جنہیں مجھ سے پہلے کسی آدم نے چھوانے کسی جن نے، تو اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ میری فکر قاصر کی دین ہے اور اس تک میری کوتاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے ہو خطاء ونسیان کے ساتھ چلتا ہے، تو جو درست ہو وہ خدائے رحمان کی طرف سے ہے، اور میں اس کے سبب اللہ سے امیدوار ثواب ہوں، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی بدیوں سے براءت کرتا ہوں، اور اللہ ہر معنی اور ہر کلمہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی کتاب معظم اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی کے لئے نہیں چاہتا اور جب اس رسالہ کی مہر اختتام کی شکست اور اس کے تمام کاماہ تمام اس ایک رات میں طلوع ہوا جو سید البشر کی ہجرت کے سالوں میں سے تیرھویں صدی میں باقی تھی اور پر درودوں

انما ھا ومن التحیات ازکاھا ناسب ان اسمیہا "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" لیکون العلم علما علی العام واللہ تعالٰی ولی الانعام، وھو الخامس عشر من تصانیفی فی علوم الدین نفعنی اللہ تعالٰی بہا و سائر المسلمین وجعلہا نورا بین یدی و حجۃ لی لاعلی، انہ علی مایشاء قدیر و بالاجابۃ جدیر و حسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔	میں سب درودوں سے بڑھتا درود اور تحیات میں سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا نام "الزوال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" رکھوں تاکہ نام سال تصنیف کی نشانی ہو جائے اور اللہ تعالٰی ہی ولی نعمت ہے اور یہ میری تصانیف سے پندرہویں تصنیف ہے علوم دین میں، اللہ تعالٰی مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے، اور اللہ تعالٰی اسے میرے ما بعد کیلئے نور بنائے اور میرے حق میں حجت نہ میرے خلاف وہ جو چاہے کرسکتا ہے، اور قبول دعا اسی کو سزاوار ہے اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے اور بدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو وعظمت والے ہی سے ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط

قال ربنا تبارك وتعالٰی "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ(۱۳)"[8] اراد اللہ سبحنہ و تعالٰی رد ما کانت علیہ الجاھلیۃ من التفاخر بالاباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علی	ہمارا رب تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے" (ترجمہ رضویہ) اللہ تعالٰی کی مراد اس طور کا رد ہے جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے

[8] القرآن الکریم ۱۳/۴۹

غیرہ من الناس حتی کانہ عبدلہ اواذل، وکان بدء هذہ النزعة اللئیمة من الذلیل الخسیس عدو اللہ ابلیس اذقال "اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ "[9] فرد اللہ سبحنہ وتعالٰی علیهم بان اباکم واحد وامکم واحدة فانہ تعالٰی "خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً ۚ "[10] فما منکم من احد الا وهو یدلی بمثل مایدلی به الاخر سواء بسواء، فلا مساغ للتفاضل فی النسب و التفاخر بالام والاب، واما ما رتبنا کم علی اجیال تحتها شعوب تحتها قبائل فانما ذالك لتعارفوا فتصلوا ارحامکم ولا ینتهی احد الی غیر ابیه، لالان تتفاخروا ویزدری بعضکم بعضا نعم ان اردتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقوی فکلما زاد

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلّی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علٰی نبیناوعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلادئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو نہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقوی (پرہیزگاری

[9] القرآن الکریم ۷/ ۱۲و ۳۸/ ۷۶

[10] القرآن الکریم ۴/ ۱

الانسان تقوی زاد کرامة عند ربه تبارك وتعالٰی، فاکرمکم عندنامن کان اتقی لامن کان انسب۔ان الله علیم بکرم النفوس وتقواھا خبیر بھم النفوس فی ھواھا۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقوله للرجل الذی لم یفسح له"ابن فلانة یعیرہ بامه قال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من الذاکرفلانه"؟ فقال ثابت انا یا رسول الله،فقال انظر فی وجوہ القوم،فنظر،فقال مارایت یا ثابت ؟ قال رایت احمر وابیض واسود،قال فانك لاتفضله الا فی الدین والتقوی"فنزلت فی ثابت ھذہ الایة و فی الذی لم یتفسح له"یایھا الذین امنو اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا"وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بے شک اللہ تعالٰی نفوس کی عزت اور ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے بارے میں اور ان کے اس شخص سے جس نے ان کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی فلانی کا بیٹا کہنے کے باب میں اتری تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جس نے فلانی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا وہ میں ہوں یا رسول اللہ ! تو حضور (علیہ الصلوۃ والسلام) نے فرمایا: لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو۔تو انہوں نے دیکھا۔پھر فرمایا: اے ثابت ! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی: میں نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔سرکار (علیہ السلام والتحیۃ المدرار) نے فرمایا: تو بے شک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقوی میں۔تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اتری اور جنہوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا: اے ایمان والو ! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلا لا حتی علا علی ظھر الکعبۃ واذن، فقال عتاب بن اسید بن ابی العیص: الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یر ھذا الیوم۔ وقال الحارث بن ھشام اما وجد محمد غیر ھذا الغراب الاسود موذنا۔ وقال سھل بن عمرو ان یرد اللہ شیئا یغیرہ۔ وقال ابوسفیان انی لا اقول شیئا اخاف ان یخبر بہ رب السماء فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما قالو فدعاھم وسالھم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالٰی ھذہ الایۃ وزجرھم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء[11] قال العلامۃ النسفی فی المدارک تبعا للزمخشری فی الکشاف عن یزید بن شجرۃ مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرای غلاما اسود یقول من اشترانی فعلی شرط ان لا یمنعی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انہوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور انہوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انہیں خبردار کردے گا۔ تو جبریل (علی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوہ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور انہیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔
علامہ نسفی نے زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں فرمایا یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

[11] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایۃ ۴۹/۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۱۹۵

من الصلوات الخمس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ،فاشتراہ بعضهم فمرض فعادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وسلم ،ثم توفی فحضر دفنه فقالوا فی ذلك شیئا فنزلت[12]۔

وبالجملة فمحصل الاية نفی التفاخر بالانساب وان الکرم عند اللہ تعالٰی انما ینال بالتقوی فمن لم یکن تقیا لم یکن له حظ من الکرامة وسلبه کلیا لایصح الاعن کافر اذکل مؤمن یتقی اکبر الکبائر الکفر و الشرک ،ومن کان تقیا کان کریما ومن کان اتقی کان اکرم عند اللہ تعالٰی ،ولعلك تظن ان سردنا تلك الروایات فی شان النزول مما لا یغنینا فیما نحن بصددہ ،ولیس کذالك بل ھو ینفعنا فی نفس الاحتجاج وتکسر به سورۃ بعض الاوھام ان شاء اللہ

وسلم وآلہ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے گا۔تو اسے کسی نے خرید لیا۔پھر وہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئ تو سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہوئے تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔

مختصر یہ کہ آیت کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت تقوی ہی سے ملتی ہے،تو جو متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں اور تقوی کا سلب کلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں،اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہوگا وہ باعزت ہوگا اور جو زیادہ تقوی والا ہوگا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہوگا۔اور شاید تمہیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات ہوں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑینگے ان شاء اللہ

[12] مدارك التنزیل تفسیر النسفی تحت الایة ۴۹ /۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴ /۱۷۳

تعالٰی، کما ستطلع علیہ، فانتظر، ھذہ مقدمۃ۔ **والمقدمۃ الاخری** قال اللہ سبحنہ وتعالٰی: وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾"[13] اجمع المفسرون من اھل السنۃ والجماعۃ علی ان لاٰیۃ نزلت فی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وانہ ھو المراد بالاتقی۔	تعالٰی، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہوگے، تو انتظار کرو، یہ ایک مقدمہ ہے۔ **اور دوسرا مقدمہ یہ ہے** اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا اہل سنت وجماعت کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اتری اور الاتقی سے وہی مراد ہے۔
اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابا بکر اعتق سبعۃ کلھم یعذب فی اللہ فانزل اللہ تعالٰی قولہ "وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾" الی اخر السورۃ[14]، قال البغوی قال ابن الزبیر وکان	ابن ابی حاتم وطبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ نے اپنا فرمان ("وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾" تا آخر سورۃ) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابو بکر

---

[13] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷تا۲۱

[14] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص۹۸، الدر المنثور بحوالہ ابن حاتم والطبرانی تحت الایۃ ۹۲ /۱۷تا۲۱ دار احیاء التراث العربی ۸ /۴۹۳، الحاوی للفتاوی الفتاوی القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۷

ابو بکر یبتاع الضعفة فیعتقهم ،فقال ابوه:ای بنی لوکنت نبتاع من یمنع ظهرك ؟ قال منع ظهری ارید،فنزل"وسیجنبها الاتقی"الی اخر السورة،وذکر محمد بن اسحق قال کان بلال لبعض بنی جمع وهو بلال بن رباح واسم امه حمامة وکان صادق الاسلام وطاهر القلب وکان امیة بن خلف یخرجه اذا حمیت الظهیرة فیطرحه علی ظهره ببطحاء مکة،ثم یامر بالصخرة العظیمة فتوضع علی صدره،ثم یقول له لا تزال هکذا حتی تموت او تکفر بمحمد(صلی الله تعالٰی علیه وسلم)ویقول وهو فی ذلك البلاء احد احد،و قال محمد بن اسحاق عن هشام بن عروة عن ابیه قال مر به ابوبکر یوما وهو یضنعون به ذلك و کانت دار ابی بکرفی بنی جمع فقال لامیة لاتتقی فی هذا المسکین؟قال:انت افسدته فانقده مما

رضی اللہ تعالٰی عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انہیں آزاد کر دیتے۔تو ان سے ان کے والدین نے کہا:اے بیٹے ! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے جو تمہاری حفاظت کرتے۔ابوبکر نے فرمایا میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہوئی۔اور محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قبیلہ بنی جمح کے غلام تھے اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہےاور بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ)اسلام میں سچے تھے اور پاک دل تھے،اور امیہ بن خلف انہیں باہر لاتا جب گرم دوپہر ہوتی تو انہیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتلے میدان میں ڈال دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتاتو ان کے سینہ پر رکھدی جاتی پھر کہتا،تم ایسے ہی پڑے رہوگے یہاں تک کہ مرجاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کافر ہو۔اور حضرت بلال احد احد فرماتے حالانکہ وہ اس بلامیں ہوتے۔اور محمد بن اسحٰق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا گزر ایک دن بلال (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ لوگ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ یہی برتاؤ کررہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا گھر بنو جمح میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو(امیہ بن خلف)اس بیچارے کے معاملہ میں

تری، قال ابو بکر افعل عندی غلام اسود واجلد منه واقوی علی دینك اعطیکه؟ قال قد فعلت فاعطاہ ابو بکر غلامه واخذه فاعتقه، ثم اعتق معه علی الاسلام قبل ان یهاجر ست رقاب بلال سابعهم، عامر بن فهیرۃ(رضی الله تعالٰی عنه)شهد بدرا و اُحُدا وقتل یوم بئر معونة شهیدا، وام عمیس و زهرۃ فاصیب بصرها و اعتقها فقال قریش ما اذهب بصرها الا اللات والعزی فقالت:کذبوا وبیت الله ما تضر اللات و العزی وما تنفعان، فرد الله تعالٰی الیها بصرها و اعتق النهدیة وابنتها وکانتا لامراۃ من بنی عبد الدار فمر بهما وقد بعثتهما سیدتهما تطحنان لها وهی تقول والله لا اعتقکما ابدا	اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیہ نے کہا آپ نے اسے بگاڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچالیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک غلام ہے سیاہ فام جو بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے زیادہ اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے وہ تجھے دے دوں۔ امیہ بولا: مجھے منظور ہے تو ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو لے لیا تو انہیں آزاد کر دیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ غلامون کو آزاد کیا، انکے ساتویں بلال ہیں، عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جو جنگ بد واحد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں قتل ہو کر شہید ہوئے، اور ام عمیس وزھرہ کی آنکھ جاتی رہی، جب انہیں ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے آزاد فرمایا، تو قریش بولے کہ انہیں لات وعزی نے اندھا کیا ہے، تو آپ بولیں: قریش، کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات وعزی نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے انہیں ان کی بینائی پھیر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، تو صدیق اکبر (رضی ال لہ تعالٰی عنہ) ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت نے انہیں بھیجا تھا کہ اس کا آٹا پیسیں اور وہ عورت کہتی تھی کہ خدا کی قسم! تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

فقال ابوبکر کلا یا ام فلان، فقالت کلا انت افسدتھما فاعتقھما، قال فبکم ؟ بکذا وکذا قال قد اخذتھما وھما حرتان، ومر بجاریة بنی المؤمل وھی تعذب فابتاعھا فاعتقھا۔	تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہر گز نہیں۔ وہ بولی: ہر گز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بیچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور رائے دام پر۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: میں انے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں، اور آپ کا گزر بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اسے خرید کر اسے آزاد کردیا،
وقال سعید بن المسیب بلغنی ان امیة بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعه ؟ قال نعم ابیعه بنسطاس وکان نسطاس عبد الابی بکر صاحب عشرۃ الاف دینار، غلمان وجوار ومواش وکان مشرکا حمله ابوبکر علی الاسلام ان یکون ماله له، فابی فابغضه ابو بکر، فلما قال له امیة ابیعه بغلامك نسطاس، اغتنمه ابوبکر وباعه منه فقال المشرکون مافعل ذلك ابوبکر الالید، کانت لبلال عندہ فانزل اللہ تعالٰی	اور سعید بن المسیب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ امیہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اسے نسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاہا تھا کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابوبکر نے اس کو مبغوض جانا، پھر جب امیہ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے، ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت

"وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى" [15]۔	اتاری "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ" الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔
وذکر العلامة ابو السعود فی تفسیرہ قدروی عطاء و الضحاك عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما وذکر قصة شراء بلال واعتاقه قال فقال المشرکون ما اعتقه ابو بکر الالید کانت عندہ فنزلت [16] اھ ملخصاً	اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے: ابوبکر نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اتری اھ ملخصاً۔
وفی الازالة عن عروۃ ان ابابکر الصدیق اعتق سبعة کلهم یعذب فی الله بلال وعامر بن فهیرة النهدیة وابنتها وزنیرۃ وام عیسی وامة بنی المؤمل، وفیه نزلت "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى" [17] الی آخر السورۃ۔	اور ازالہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ساتھ کو آزاد کیا، ان سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زنیرہ اور ام عیسی اور بنی مؤمل کی کنیز ہیں اور انہیں کیلئے آیت اتری "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى" اور اس سے (دوزخ) بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔ تا آخر سورت۔
وعن عامر بن عبدالله بن الزبیر عن ابیه قال قال ابو قحافة لابی بکر اراك تعتق رقابا ضعافا فلوانك اذا فعلت مافعلت اعتقت رجالا جلداً یمنعونك	اور عامر بن عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے وہ اپنی باپ سے روای ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوقحافہ نے ابو بکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا: میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلامون کو آزاد کرتے ہو تو کاش! تم تندرست و

[15] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایة ۹۲/ ۱۷تا۲۱ دار الکتب العلمیه ۴/ ۴۶۴-۴۶۳

[16] ارشاد والعقل السلیم تحت الایة ۹۲/ ۱۹ دار احیاء التراث العربی ۹/ ۱۶۸

[17] ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلك اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

ويقومون دونك فقال يا ابت انما اريد وجه الله فنزلت هذه الاية "فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ الى قوله وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ "[18]۔	تو ان غلام آزاد کرتے جو تمہاری حفاظت کرتے اور جنگ میں تمہاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا؛ اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی "فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝" یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی۔۔اللہ تعالیٰ کے قول وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی تک یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیاجائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔
وعن سعيد بن المسيب قال نزلت "وما لاحد عنده من نعمة تجزى" فى ابى بكر عتق ناسا لم يلتمس منهم جزاء ولا شكورا ستة او سبعة منهم بلال وعامر بن فهيرة[19]	اور حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ سے "وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝" ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا اُن سے نہ بدلہ چاہا نہ شکرگزاری، وہ آزاد شدہ چھ یا سات تھے، انہیں میں بلال وعامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔
وعن ابن عباس فى قوله تعالٰى "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝" قال هو ابو بكر الصديق[20]۔	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝" کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)۔
قلت وقد اخرج ابن ابى حاتم ابن مسعود (رضى الله تعالٰى عنه ان ابابكر اشترى بلالا من امية بن خلف	**میں کہتا ہوں** اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت ابوبکر نے

[18] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

[19] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

[20] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

ببردۃ وعشرۃ اواق فاعتقہ للہ تعالٰی، فانزل اللہ تعالٰی ھذہ الآیۃ:ای ان سعی ابی بکر و امیہ و ابی لمفترق فرقاناعظیمافشتان مابینھما[21]

وقد قال السید ابن السدید عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما فی اشتراء الصدیق بلالا واعتاقہ شعرًا ۔

جزی اللہ خیرا عن بلال وصحبہ
عتیقا واخزی فاکھا وابا جھل
عشیۃ ھما فی بلال بسوءۃ
ولم یحذر امام یحذر المرء ذو العقل
بتوحید رب الانام وقولہ
شھدت بان اللہ رب علی مھل
فان تقتلونی فاقتلونی فلم اکن
لاشرك بالرحمن من خیفۃ القتل
فیارب ابراھیم والعبد یونس
وموسی وعیسی نجنی ثم تملی
لمن ظل یھوی الغی من ال غالب
علی غیر بر کان منہ ولا عدل[22]

حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر انہیں خاص اللہ کے لئے آزاد کردیا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے "بے شک تمہاری کوشش مختلف ہے" یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور امیہ اور ابی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے اور سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے ابوبکر صدیق کے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (ابوبکر کو اور امیہ اور ابوجہل کو رسوا کرے، وہ شام یاد کرو جب ان دونوں نے بلال کا برا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انہوں نے بلال کا برا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور نے اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کروگے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈرے سے تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسٰی و عیسٰی کے رب! مجھے نجات دے، پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آل غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے)

---

[21] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۹

[22] لباب التاویل فی معانی التنزیل(تفسیر خازن)تحت الایۃ ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۳۶

ھذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجمیع[23]	اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابوبکر صدیق ہیں۔
وقال الرازی فی مفاتیح الغیب "اجمع المفسرون منا علی ان المراد منہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ"[24]۔	امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا ہم سنیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقی سے مراد ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں"
ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامۃ ابن الجوزی اجمعوا انھا نزلت فی ابی بکر[25]۔حتی بلغنی ان الطبرسی مع رفضہ لم یسغ لہ انکارہ فی تفسیرہ مجمع البیان، والفضل ماشھدت بہ الاعداء، الحمد للہ رب العلمین۔	صواعق میں ابن حضر نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی۔ یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں، والحمد للہ رب العلمین۔
ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول فی تفسیرہ اثبات ان الایۃ لاتصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علی ماھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی فقال "اعلم ان الشیعۃ باسرھم ینکرون ھذہ الروایۃ ویقولون انھا نزلت فی حق علی ابن ابی طالب علیہ السلام والدلیل علیہ قولہ تعالٰی "ویؤتون الزکوۃ وھم	پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انہوں نے فرمایا تمہیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون یعنی وہ رکوع کی

[23] معالم التنزیل(تفسیر البغوی)تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴ /۴۶۳

[24] مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر)تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱ / ۲۰۵

[25] الصواعق المحرقہ الباب الثالث الفصل الثانی، دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

راکعون،فقولہ"الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی"اشارۃ الی مافی تلك الایۃ من قولہ"یؤتون الزکوۃ وھم راکعون"ولما ذکر ذلك بعضھم فی محضری قلت اقیم الدلالۃ العقلیۃ علی ان المراد من ھذہ الایۃ ابوبکر ،وتقریرھاان المراد من ھذا الاتقی ھو افضل الخلق،فاذا کان کذالك وجب ان یکون المراد ابو بکر ،فھاتان المقدمتان متی صحتاصح المقصود، انماقلنا ان المراد من ھذا الاتقی افضل الخلق لقولہ تعالٰی"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" والاکرم ھو الافضل فدل علی ان کل من کان اتقی وجب ان یکون الافضل،فثبت ان الاتقی المذکور ھھنا الابد وان یکون افضل الخلق عند اللہ تعالٰی،فنقول لابد وان یکون المراد بہ ابا بکر لان الامۃ مجمعۃ علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ	حالت میں زکوۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالٰی کا قول الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی یعنی وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو ستھرا ہونے کو اپنا مال دیتا ہے،اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا"ویؤتون الزکوۃ"الایۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف ابوبکر ہیں،اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے،تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد بس ابوبکر ہوں،تو جب یہ دونوں مقدمے صحیح ہونگے دعوی درست ہوگا۔اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالٰی کا قول ہے"اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"اور اکرم ہی افضل ہے۔تو آیت نے بتایا کہ ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبے والا ہو،تو ثابت ہوگیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے افضل ہو۔اب ہم کہتے ہیں کہ ساری امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلق سے افضل ابوبکر ہیں یا علی۔

تعالٰی علیہ وسلم تعالٰی علیہ وسلم اما ابو بکر او علی، ولایکمن حمل ھذہ الایۃ علی علی بن ابی طالب فتعین حملھا علی ابی بکر ،وانما قلنا انہ لایمکن حملھا علٰی علی بن ابی طالب لانہ تعالٰی قال فی صفۃ ھذا الاتقی "ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزی" وھذا الوصف لا یصدق علی علی ابن ابی طالب لانہ کان فی تربیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ اخذہ من ابیہ وکان یطعمہ ویسقیہ و یکسوہ ویربیہ،وکان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم منعما علیہ نعمۃ یجب جزاء ھا اما ابو بکر فلم یکن للنبی علیہ الصلوۃ والسلام نعمۃ دنیویۃ بل ابو بکر کان ینفق علی الرسول الصلوۃ والسلام بلی کان للرسول علیہ الصلوۃ والسلام علیہ نعمۃ الھدایۃ والارشاد الی الدین،الا ان ھذا لایجزی لقولہ تعالٰی "ماأسئلکم علیہ من اجر" والمذکور ھھنا لیس مطلق النعمۃ بل نعمۃ تجزی،فعلمنا ان ھذہ الایۃ لاتصلح	اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہوگیا،اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے،اور یہ وصف علی بن ابی طالب پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انہیں کھلاتے ،پلاتے، پہناتے اور پالتے تھے اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا خرچ اٹھاتے تھے،ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول علیہ الصلوۃ و السلام کا دین کی طرف ہدایت وارشاد کا احسان ہے۔مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ

لعلی بن ابی طالب، واذا ثبت ان المراد بھذہ الایة من کان افضل الخلق، وثبت ان ذالك الافضل من الامة اما ابوبکر اوعلی، وثبت ان الآیة غیر صالحة لعلی تعین حملھا علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه، وثبت دلالة الایة ایضا علی ان ابابکر افضل الامة[26] اھ ملخصًا۔	دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا (حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے، اور یہ ثابت ہے امت میں سب سے افضل یا ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے متعین ہوگیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہو گئی کہ ابوبکر ساری امت سے افضل ہیں اھ ملخصا۔
قلت اماما ذکر الفاضل الامام ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنه کا فی تربیة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وانه اخذہ من ابیه فقد ذکرہ محمد بن اسحق وابن ھشام وھذا الفظ ابن اسحق "حدثنی عبداللہ بن ابی نجیح عن مجاھد بن جبیر ابی الحجاج قال کان من نعمة اللہ تعالٰی علی علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنه مما صنع اللہ تعالٰی له واراده به من الخیر ان قریشا اصابتھم ازمة شدیدة وکان ابوطالب ذاعیال کثیر فقال	**میں کہتا ہوں** کہ رہی یہ بات جو فاضل امام (فخر الدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا تو اس کا ذکر محمد ابن اسحٰق وابن ہشام نے کیا ہے اور محمد بن اسحٰق کے الفاظ یوں ہیں: مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی انہوں نے روایت کی مجاہد بن جبیر ابی الحجاج سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اللہ تعالٰی کے احسان کے قبیل سے وہ ہے، جو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابوطالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول

[26] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ۹۲/ ۱۷ المطبعة البھیة المصریة مصر ۳۱ / ۲۰۵ و۲۰۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس عمہ وکان من ایسر بنی ھاشم یا عباس ان اخاك ابا طالب کثیر العیال، وقد اصاب الناس ماتری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا الیہ، فلنخفف عنہ من عیالہ آخذ من بنیہ رجلا وتاخذ انت رجلا، فنکلھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الی ابی طالب، فقالا لہ انا نرید ان نخفف عنك من عیالك حتی ینکشف عن الناس ماھم فیہ، فقال لھما ابو طالب اذا ترکتما لی عقیلا فاصنعا ماشئتما، فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیًا فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمہ الیہ فلم یزل علی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بعثہ اللہ تبارك وتعالٰی نبیا فاتبعہ علی وآمن بہ علی وصدقہ و لم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم و استغنی عنہ[27] انتہٰی۔	اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے مالداروں میں سے تھے، اے عباس! آپ کے بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر جو یہ سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ ابوطالب کے یہاں چلئے کہ ہم ان کی اولاد کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں سے ایک آدمی میں لے لوں اور ایک آدمی آپ لے لیں تو ہم دونوں ان کی کفالت کریں۔ حضرت عباس نے عرض کی: جی ہاں۔ تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف لائے تو ان سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ جب تک لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کردیں۔ تو ابوطالب ان سے بولے: اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو تو تم جو چاہو کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جعفر کو لیا اور چمٹالیا۔ تو علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام لاکر ان سے بے نیاز ہوگئے اھ۔

[27] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء اول والثانی ص ۲۴۶

قلت وتمام النعمة الكبرى بتزويج البتول الزهراء صلوات الله على ابيها الكريم وعليها واما ما ذكر من ان ابابكر كان ينفق على رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فهذا اوضح و اظهر عند من له خبرة بالاحاديث والسير۔ اخرج الامام احمد و البخاری عن ابن عباس عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال: انه ليس من الناس احد امن علی فی نفسه وماله من ابی بكر بن ابی قحافة ولو كنت متخذا من الناس خليلا لا اتخذت ابابكر خليلا ولكن خلة الاسلام افضل سدوا عنی كل خوخة فی هذاالمسجد غير خوخة ابی بكر[28]

واخرج الترمذی عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم مالاحد عندنا يد الاوقد كافيناه ماخلا ابابكر فان له عندنا يدا يكافيه الله بها يوم القيٰمة ومانفعنی

میں کہتا ہوں اور نعمت کبری کی تکمیل بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علی ابیہا الکریم وعلیہا سے شادی ہو کر ہوئی۔اور یہ جو ذکر کیا کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خرچ اٹھاتے تھے۔تو یہ اس کے نزدیک جس کو احادیث و کتب سیرت سے واقفیت ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد وبخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان ومال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوا ابوبکر بن قحافہ کے،اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے، اس مسجد میں ابوبکر کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کرو۔

اور ترمذی نے (اپنی سند سے) ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا) ہر شخص کے احسان کا بدلہ ہم نے اسے دے دیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

[28] صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب الخوخة والممر فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۷، مسند احمد حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۰

مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا الا وان صاحبکم (ای محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) خلیل اللہ[29]	بدلہ انہیں اللہ تعالٰی قیامت کے دن دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا، اور خبر دار تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اللہ تعالٰی کے دوست ہیں۔"
واخرج ایضا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: رحم اللہ تعالٰی ابابکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الھجرۃ و اعتق بلالا من مالہ[30]۔	اور ترمذی نے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی: "اللہ ابوبکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے دار الہجرۃ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو خرید کر آزاد کیا۔"
واخرج الامام احمد و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر، فبکی ابو بکر وقال ھل انا ومالی الا لك یارسول اللہ[31]۔	اور امام احمد وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابوبکر رودیئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔"
واخرج الطبرانی عن ابن عباس	اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی

[29] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[30] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب علی رضی اللہ تعالٰی عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۱۳

[31] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰، مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳

رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مااحد اعظم عندی یدا من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ[32]	عنہما سے انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یوں حدیث روایت کی "مجھ پر ابو بکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں، اس نے اپنی جان ومال سے میرا ساتھ دیا اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔"
واخرج ابویعلی من حدیث ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مرفوعا مثل حدیث ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ قال ابن حجر قال ابن کثیر مروی ایضا من حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبداللہ و ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم واخرجہ الخطیب عن ابن المسیب مرسلا وزاد وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسہ۔واخرج ابن عساکر من طرق عن عائشۃ وعروۃ ان ابابکر اسلم یوم اسلم لہ اربعون الف دینار وفی لفظ اربعون الف درھم فانفقھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[33]	اور ابو یعلی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ براویت ابوہریرہ کے مثل (یعنی انہیں الفاظ سے) روایت کی۔ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبداللہ وابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا: "اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا فرماتے۔اور ابن عساکر نے متعدد سندوں سے حضرات عائشہ وعروہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابوبکر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اٹھا دیا اھ۔
قلت ومروی ایضا من حدیث سیدنا انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ	**میں کہتا ہوں** یہ حدیث سیدنا انس بن مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام عدی نے

[32] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۱۹۱

[33] الصواعق المحرقۃ الباب الثانی الفصل الثانی، دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۲

كما اخرجه الامام ابن عدی فی الکامل انبأنا المولی الثقة الحجة مفتی الحنفیة بمکة المحمیة امام الفقهاء و المحدیثن سیدی و استاذی مولانا عبد الرحمن بن عبد الله بن عبدالرحمن السراج عن جمال العلماء السلف الخیر فی منصب الافتاء مولانا جمال بن عبدالله بن عمر المکی عن خاتمة الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن الشیخ احمد علی السندی ثم الزبیدی ثم المدنی عن المولی محمد صالح الفلانی العمر ی عن الشیخ محمد بن السنة الفلانی الفاروقی عن مولای السید الشریف محمد بن عبد الله عن الفاضل المحدث سیدی علی الاجهوری عن الامام شمس الدین الرملی عن شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری عن علامة الوری جبل الحفظ شهاب الدین ابی الفضل احمد حجر العسقلانی عن ابی علی محمد بن احمد المهدوی عن یونس بن ابی اسحق عن ابی الحسن علی بن المقیر انا ابو الکریم الشهر زوری انا اسمعیل بن مسعدة الجرجانی انا ابو القاسم حمزة بن یوسف السهمی الجر جانی وابوعمر و عبد الرحمن بن محمد الفارسی انا ابو احمد عبدالله بن عدی الجرجانی	کامل میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند حدیث مذکور) ہمیں خبر دی مولی ثقہ حجۃ مفتی حنفیہ بمکہ محمیہ پیشوائے فقہاء و محدثین سیدی واستاذی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبد الرحمٰن سراج نے انہوں نے جمال علماء سلف خیر فی منصب الافتاء (یعنی منصب افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے پیشرو) مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی سے روایت کی انہوں نے خاتمۃ الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندی ثم زبیدی ثم مدنی سے روایت کی انہوں نے مولی محمد صالح فلانی عمری سے انہوں نے شیخ محمد بن السنۃ فلانی فاروقی سے انہوں نے مولائی سید شریف محمد بن عبداللہ سے انہوں نے فاضل محدث سیدی علی اجہوری سے انہوں نے امام شمس الدین رملی سے انہوں نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے انہوں نے علامہ عالم کوہ حفظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی سے انہوں نے ابوعلی محمد بن احمد مہدوی سے انہوں نے یونس بن اسحاق سے انہوں نے ابوالحسن علی بن مقیر سے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوکریم شہر زوری سے ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن مسعدہ بن جرجانی نے ہمیں خبر دی ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی اور ابوعمر وعبدالرحمٰن بن محمد الفارسی نے ہمیں خبر دی اور ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی

نا الحسین بن عبدالغفار الازدی نا سعید ابن کثیر بن غفیر نا الفضل بن مختار عن ابان عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی بکر ما اطیب مالك منه بلال موذنی وناقتی التی ھاجرت علیھا وزجتنی ابنتك و واسیتنی بنفسك ومالك کانی انظر الیك علی باب الجنة تشفع لامتی[34]۔ ھذا وقد استقصینا الکلام عی ھذین الفصلین الذین اشار الیھما النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی تلك الاحادیث اعنی مواساۃ الصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنفسه وماله فصلین من الباب الثانی من کتابنا الکبیر فی التفضیل علی غایة التحقیق والتفصیل فارجع الیه ان احببت ھذا تقریر ماذکر الفاضل الرازی وقد اوردہ الامام ابن حجر ایضا فی الصواعق	نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبدالغفار ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن کثیر بن غفیر نے ہم سے حدیث بیان کی فضل بن مختار نے ابان سے انہوں نے روایت کی انس سے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا: تمہارا مال کتنا ستھرا ہے اسی سے میرا موذن بلال ہے اور میری اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے اپنی دختر میرے نکاح میں دیا اور اپنی جان ومال سے میری مدد کی گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت کررہے ہو۔ یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصل پر (یعنی صدیق کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدد جان ومال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل گفتگو اپنی کتاب کبیر، جو باب تفضیل میں ہے کے باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق وتفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کرلو اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو فاضل رازی نے ذکر کیا، اور امام رازی کا یہ کلام امام ابن حجر میں صواعق محرقہ بھی لائے

[34] الکامل لابن عدی ترجھه ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/۳۷۵، الکامل لابن عدی ترجمه الفضل بن مختار بصری دار الفکر بیروت ۶/ ۲۰۴۱

وارتضاہ۔ قلت ولمنا قش ان یناقش فیہ باربعۃ وجوہ ینتظمہا وجہان **الاول** انا لانسلم ان ابابکر لم یکن علیہ احد نعمۃ تجزی فان من اعظم المنعمین علی الانسان والدیہ قال تعالٰی " اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ " [35]۔ ومعلوم ان لاشکر الا بمقابلۃ النعمۃ و نعم الوالدین من النعم الدنیویۃ التی تجری فیہا المجازاہ دون الدینیۃ التی قال اللہ تعالٰی فیہا " قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ " [36] " اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ " [37] علی انا نعتقد ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد تمت لہ خلافۃ اللہ العظمی ونیابتہ الکبری فیدہ الکریمۃ علیا و ایدی العلمین سفلی ۔جعل سبحنہ و تعالٰی خزائن رحمتہ ونعمہ وموائد جودہ وکرمہ طوع یدیہ ومفوضۃ الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفق،	میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں گھیرے ہیں **پہلی وجہ** یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابوبکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس بدلہ دیا جائے اس لیئے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اس کے ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالٰی کا راشاد ہے: حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے اور والدین کے احسانات ان دینوی احسانات سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور یہ دینی احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کافرمان ہے (حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار پر ہے، اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالٰی کی خلافت عظمٰی اور نیابت کبری کامل ہوچکی تو ان کا دست کرم بالا اور سب جہانوں کے ہاتھ پست، اللہ تعالٰی نے اپنی رحمت اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض وکرم کے خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے، اور یہ سب انہیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں،

[35] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

[36] القرآن الکریم ۲۵ / ۵۷و۳۸/ ۸۶

[37] القرن الکریم ۲۶ / ۱۰۹و۱۲۷و۱۴۵و۱۶۴و۱۸۰

کیف یشاء وھو خزانة السر و موضع نفوذ الامر فلا تنال برکة الامنه ولا ینقل خیر الاعنه کما قال صلی اللہ تعالٰی عیه وسلم انما انا قاسم واللہ المعطی [38]۔ فھو الذی یقسم الخیرات والبرکات وسائر النعماء والآلاء فی لارض والسماء والملك والملکوت والاول والاخر والباطن والظاھر ایقنت بھا جماھیر الفضلاء العظام ومشاھیر الاولیاء الکرام کما حققته فی رسالتی الملقبة بسلطنة المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ، وفیھا من المباحث الفائقة والمدارك الشائقة ماتقر به الاعین وتلذبه الاذان وتنشرح به الصدور والحمد للہ رب العلمین فاذن ماکان لابی بکر اور غیرہ من مال وبلوغ امال الابعطاء النبی صلی اللہ علیه وسلم، فلم تنحصر النعم النبوية علی صاحبھا الصلوة والتحیة فی النعم الدینیة التی لاتجزی فکما ان علیا لم یصلح وموردا للایة فکذالك ابوبکر سواء بسواء۔ **اقول:** والجواب عن اما اولا فلانه	اور وہ رازِ الٰہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی جائے نفاذ ہیں تو برکت انہیں سے ملتی ہے اور خیر انہیں سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔ تو وہی خیرات و برکات اور ساری نعمتیں آسمان و زمین وملک وملکوت اول آخر باطن وظاہر میں بانٹتے ہیں اس پر فضلاء عظام اور مشہور اولیائے کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی میں تحقیق کی اس میں کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور کان لطف اندوز ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں، تو جب یہ بات ہے (کہ ساری برکت ونعمت مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء کے سبب ہے) تو ابوبکر کو جو کچھ مال ومنال حاصل ہوا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عطا سے ہی حاصل ہو الہٰذا نبوی احسانات علٰی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ ان دینی احسانات میں منحصر نہیں جن کا بدلہ نہیں دیا جاتا تو جس طرح علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) آیت کے مصداق نہ ٹھہرے اسی طرح ابوبکر بھی یکساں طور پر آیت کے مصداق نہیں۔ **میں کہتا ہوں** اس اعتراض کا جواب اول

[38] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ خیر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶، صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی فان قدمہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۳۹، صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۷

ان صح ماذکر تم لتعطلت الایة راسا ولم یوجد لها مصداق ابدا اذلیس فی الصحابة من لم یلده ابواه او لم ینعم علیه النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی دینه ودنیاه[39]۔	تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو جو آپ نے ذکر کیا تو آیت سرے سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔
واما ثانیًا وهو الحل فلان نعم الدنیا لیست کلها مما تجزی اذا لمجازاة هو المکافات وحاصل نعمة الوالدین ان اللّٰه سبحنه وتعالٰی جعلها سببا لایجاده وخروجه من ظلمة العدم الی نور التکون، وبهما جعله بشرا حسینا بعد ان کان ماء مهینا وهذا مما لایمکن ان یجازی اذ لیس فی وسع احد ان یحیی ابویه او یکونهما بعد ان لم یکونا ولذلك قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایجزی ولد والده الاان یجده مملوکا فیشتریه فیعتقه اخرجه مسلم وابوداؤد	**اور جواب دوم** اور وہی حل ہے یہ کہ دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحنہ وتعالٰی نے انہیں بچہ کی ایجاد اور عدم کی ظلمت سے نور ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے وقعت پانی تھا خوبصورت انسان بنایا، اور یہ احسان کا بدلہ نہیں ہوسکتا یوں کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کردے، یا عدم کے بعد انہیں موجود کردے، اسی لئے نبی صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اسے غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کردے۔" یہ حدیث مسلم وابوداؤد

[39] صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۵، سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۳

والترمذی[40] ونسائی وابن ماجة فاشار صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی بعض المجازاة علی حسب مایدخل تحت الامکان فان الرق موت حکما اذبه تتعطل الاهلیة ویلتحق الانسان العاقل البالغ بالبهائم فالعتق کانه احیاء له و اخراج من ظلمة البهیمیة الی نور الانسانیة فعن هذ عد اداء لبعض حقوقهما وکذالك النعم النبویة علی صاحبها الصلوة والتحیة علی حسب ماقررنا علیك لیست مما تجزی وتجری فیه ذاك بهذا الانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی ذلك المقام الرفیع والمنصب البدیع انما یتصرف علی خلافة الملك المقتدر تبارك و تعالٰی و نعم الملك لاتجزی فان الاحسان لایجازی الا بالاحسان کما نطق به القرآن العظیم ومایجازی به العبد لابد وان یکون ایضامن عطایاه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکان مکافات عطائه بعطائه	وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے اپنی سندوں سے رویت کی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تھوڑے بدلہ کی طرف (جو موافق مقدور بشر ہو) اشارہ فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل ہوجاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جانوروں سے مل جاتا ہے لہٰذا اسے آزاد کرنا گویا کہ اس کو زندہ کرنا اور بہیمیت کی تاریکی سے انسانیت کی روشنی میں لے آنا ہے، اسی لئے ماں باپ کو آزاد کرنا اس کے بعض حقوق کی ادائیگی میں شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ مقولہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اس مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ قادر تبارک وتعالٰی کی خلافت پر فائز ہو کر متصرف ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا، جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اور بندہ احسان کا جو بدلہ دے گا لامحالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی عطا سے ہوگا تو سرکار کی عطا کی مکافات

40 جامع الترمذی ابواب البر و الصلة باب ماجاء فی حق الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳، سنن ابن ماجة ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸، مشکوۃ المصابیح کتاب العتق باب اعتاق العبد المشترك الفصل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۹۴

وھو غیر معقول وعن ھذا نعتقد ان اداء شکر اللہ سبحنہ وتعالٰی بعمنی فراغ الذمۃ منہ محال عقلا اذا لشکر نعمۃ اخری فلیشکرھا حتی یخرج عن عھدتہ ویتسلسل الی مالایتناھی ، فثبت ان الدلیل لا غبار علیہ من ھذا الوجہ۔	سرکاری عطا سے ہوگی ، اور یہ معقول نہیں ، یہیں سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحنہ وتعالٰی کا شکر بہ معنی براءت ذمہ از شکر عقلا محال ہے اس لئے کہ شکر نعمت دیگر ہے تو بندہ اس دوسری نعمت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کو نہ پہنچے تو ثابت ہوا کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے
الثانی : ان المقدمۃ القائلۃ ان الامہ مجمعۃ علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما ابوبکر او علی رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	**دوسری وجہ** : یہ ہے کہ یہ مقدمہ جس کا مضمون ی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد افضل یا ابوبکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔
مدخول فیھا اذھناك فرقتان اخریان تدعی احدھما تفضیل سیدنا الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ علی جمیع الامۃ ، ومستندھا مایروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، انہ قال ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر [41] وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لوکان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب [42]	اس پر اعتراض کو مجال ہے اس لئے کہ یہاں دو فرقے اور ہیں ، ان میں کا ایک دعوی کرتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ساری امت سے افضل ہیں ، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "حضرت عمر سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ اور آپ سے مروی ہے ، کہ : اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔
وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی باھی باھل عرفۃ عامۃ وباھی لعمر خاصۃ [43]	اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ "اللہ تعالٰی نے عرفات میں جمع ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور عمر سے خاص طور

[41] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۹ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

[42] جامع الترمذی البواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹

[43] کنز العمال حدیث ۳۲۷۲۵ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۵ ، کنز العمال حدیث ۳۵۸۵۸ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۹۶

وان كان الاستدلال بها و بامثالها لايقوم على ساق اما رواية اودراية اومعا كاستمساك المفضلة بحديث على خير البشر وحديث الطير و حديث الاستخلاف فی غزوة تبوك وماضاهاها فمنها كذب مختلق ومنها منكر واهٍ ومنها ما يايفيد هم شيئا وكذلك مضت سنة الله فی كل مبتدع يحتج ولا حجة ويجنح حيث لامحجة۔	سے مباہات فرمائی۔ اگرچہ اس روایت سے اور اس کے مشابہ روایتوں سے دلیل پائے ثبات پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ روایت یا بلحاظ درایت یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفضیلیہ کا حدیث علی خیر البشر علی سب انسانوں سے افضل ہیں اور حدیث طیر اور غزوہ تبوک کے زمانہ میں سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر رفمانے کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں کچھ تو نری تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر واہی (راویان ثقہ کے مقابل روایان غیر ثقہ کی روایات ضعیف ہیں) اور کچھ انہیں بالکل فائدہ مند نہیں اور یونہی اللہ تعالٰی کی سنت ہر بد مذہب کے حق میں ہوئی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں اور وہاں کا قصد کرے جہاں راستہ نہیں۔
والفرقه الاخرى تدعى تفضيل سيدنا عباس بن عبد المطلب رضی الله تعالٰی عنهما وكان ملحظهم وان لم يعط ففضهم قوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فيه اب عم الرجل صنو ابيه، وهو حديث احسن اخرجه الترمذی [44] وغيره عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ولاشك	اور دوسرا فرقہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سب سے افضل کہتا ہے، گویا انکے مد نظر اگرچہ ان کی مراد نہیں دیتا اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالٰی عنہ کا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بابت قول ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے۔ اور یہ حدیث حسن ہے جسے ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

[44] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم العباس امين كمپنی دہلی ۲/ ۲۱۷

انه رضی الله تعالٰی عنه شیخ المسلمین وسیدھم ومقدمھم وقائدھم وعز نفوسھم و تاج رؤسھم حتی الخلفاءالاربعة من ھذا الوجه کما ان حضرۃ البتول الزھراء واخاھا السید الکریم ابراھیم علی ابیھما وعلیھما الصلوۃ التسلیم افضل الامة مطلقا من جھة النسب واجزائیة وکرامة الجوھر والطینة۔ وبالجملہ فلا یتعین احد من الشقوق الاربعة الا بابطال الثلثة الباقیة جمیعا فکیف قلتم ان الایة لما لم تلتئم علی علی تعین ابوبکر مصداقھا علی ان المسائل السمعیة لاتنال الامن قبل السمع۔ فالناظر المتفحص الامذھب له قبل ان ینظر فی دلیل فیظھر له سبیل فان کان تمام الدلیل موقوفا علی (التمذھب) بمذھب لزم الدور وھذا نظیر ما اجبنا به عن استدلال الائمة الشافعیة علی افتراض الترتیب فی الوضوء بدخول الفاء	حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد اور ان کی آبرو اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انہیں فضیلت ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی سید ابراہیم ان کے ولد اور ان پر صلوۃ وسلام ہو، روئے نسب و جزئیت و کرامت جوہر وطینت تمام امت سے افضل ہیں۔ بالجملہ ان چار شقوں سے کوئی شق باقی تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیت کریمہ جب علی پر صادق نہ آئی تو ابوبکر اس کا مصداق متعین ہوئے علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ تو صاحب نظر و جستجو کا کوئی مذہب اس سے پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ اس کو روشن ہوجائے تو اگر دلیل کا تام ہونا کسی مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انہوں نے وضو میں فرضیت ترتیب پر آیت کریمہ میں وجوہ

على الوجوه وعدم القائل بالفصل كما هو مذكور فى الخلافيات۔ **اقول**: والجواب عنهما مستندنا الاول الذى عليه المعول فى هذا الباب اجماع الصحابة والتابعين لهم باحسان رضى الله تعالٰى عنهم اجمعين كما نقله الامام الشافعى ثم البيهقى ثم اخرون ودلت عليه احاديث عند البخارى وغيره كما فصلته فى الكتاب واقمت الدليل الجليل على ان الاجماع تام كامل لم يثبت شذوذمنه ولاندور، وان الخلاف الذى ذكره ابو عمر بن عبدالبر فليس مما يعرج عليه اويلتفت اليه الا رواية والادراية وان سلمنافالسواد ااالعظم مبتوع و اتباع الشاذ ممنوع ، وهذا القدر يكفينا للتمذهب فانتفى الدور نعم حديث الفرقتين قوى صحيح ليكن لا يخل بالمقصود فان عمر و عباسا رضى الله تعالٰى عنهما لم يكونا سلما حين نزول الاية كما يظهر بالرجوع الى التاريخ ، فلم يقصدا بالاية قطعا وبه بطل الشقان الباقيان وأل الدليل	پر دخول فاء اور قائل بالفصل کے معدوم ہونے سے قائم کی جیسا کہ خلافیات میں مذکور ہے۔ **میں کہتا ہوں** اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس بات میں ہماری اولین سند جس پر ہمارا اعتماد ہے جملہ صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے تمام پیروان کا تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں مفصل بیان کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جمیل قائم کی کہ اجماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلاف علامہ ابو عمر بن عبدالبر نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ درایت کے لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے یا اس کی طرف مڑکے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان لیں تو سواد اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہمیں مذہب قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان دو فرقوں کی (جو حضرت عمر وعباس کی فضیلت پاتے ہیں) حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں خلل انداز نہیں اس لئے کہ عمر و عباس آیت کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ مطالعہ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قطعی آیت کے مقصود ہی نہ ہوئے، اور اسی وجہ سے باقی دو شقیں باطل ہوگئیں اور آخر کار دلیل

الی الاحصان والارصان والحمد للہ ولی الاحسان غایة الامر ان الفاضل المستدل لم یطلع ھذین القولین اولم یعتد بھما لتنا ھیھما فی السقوط و الشذوذ علی أنا بحمد اللہ بعد ما ثبت الاجماع علی ان الصدیق ھو المراد فی غنی عن ھذہ التجشمات کما لا یخفی اذا ثبت ھذا فنقول وصف اللہ سبحنه وتعالٰی الصدیق بانه اتقی ووصف الاتقی بانه الکرم انتجت المقدمتان ان الصدیق اکرم عند اللہ تعالٰی والافضل والاکرم والارفع درجة والاعلی مکانة کلھا الفاظ معتورة علی معنی واحد، فثبت الفضل المطلق الکلی للصدیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق، ھذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والحمد للمولی الجلیل واعلم ان ھذا الاحتجاج اطبقت علیه کلمات العلماء سلفا وخلفا وارتضوہ وتلقوہ بالقبول تلیدا وطارفا ولا شك انه لجدیر بذلك لکن المفضلة لھم کلام فیه بثلثة وجوہ نذکرھا نردھا بحیث لایبقی ولا یذر بتوفیق اللہ العلی الاکبر۔

فنقول الشبھة الاولی ان من المفسرین من فسر الاتقی بالتقی

مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کار یہ کہ فاضل مستدل کو توان دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے ہونے کی وجہ سے انہیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مراد آیت ہیں کہ ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر جب یہ بات ثابت ہوچکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالٰی نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالٰی کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل اکرم اور ارفع درجۃ اور اعلی منزلۃ یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق آتے ہیں، لہذا فضل مطلق کلی صدیق کیلئے ثابت ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف وخلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے، لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین وجوہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا ایسا رد کرتے جو کوئی شبہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقی کی تفسیر تقی (صفت

كمافى المعالم والبيضاوى وغيرهما من التفا سير فسقط الاحتجاج عن اصله اقول ولا علينا ان نمهد اولا مقدمات تعينك ان شاء الله تعالٰى فى الجواب عن هذا الاتياب ثم نرفع الحجاب عن وجه الصواب بتوفيق العليم الوهاب فاستمع لما يلقى عليه۔	مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقوی سے اتصاف ہے) سے کی جیسا کہ معالم وبیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے تو استدلال جس کی بنیاد اتقی کے اسم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑا پڑا، میں کہتا ہوں ہمارا کوئی حرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں ان شاء اللہ تعالٰی تمہاری مدد کریں پھر ہم خدائے دانا وبخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرہ صواب سے حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔
المقدمة الاولى ماتظافرت لادلة من العقل والنقل و ناهيك بهما اما مين على ان الالفاظ لاتصرف عن ظواهر ها مالم تمس حاجة شديدة لاتندفع الابه والا لم يكن هذا تاويلا بل تغييرا وتبديلا ولو فتح باب التصرفات من دون ضرورة تلجئ لارتفع الامان عن النصوص كما لايخفى وهذ بغاية ظهور ه اغنانا عن تجشم اقامة الدليل عليه حتى ان بعض العلماء ادرجوه فى متون العقائد وانه لَحَقِيق به فان قصارى همم المبتدعين عن اخرهم انما هو صرف النصوص عن الظواهر وارتكاب تاويلات	**پہلا مقدمہ** عقل ونقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام تمہیں کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہر معنی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہر معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغیر وتبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کردیا۔ بعض علماء نے اس عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے، کہ عبارات شرعیہ ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیں اور فاسد

فاسدة واحتمالات کاسدة واعذار باردة فوجب علینا حسم مادتها بایجاب حمل النصوص علی مایعطیه ظاهرها الابضرورة ابدا وهذا ظاهر جدًّا۔ **المقدمة الثانیة**: لیس کل مایذکر فی اکثر التفاسیر المتداولة واجب القبول وان لم یسا عده معقول ویؤیده منقول، والوجه فی ذلك ان التفسیر المرفوع وهو الذی لامحیص عن قبوله ابدا نذر یسیر جدا لایبلغ المجموع منه جزء اوجزئین۔ قال الامام الجوینی علم التفسیر عسیر یسیر اما عسره فظاهر من وجوه اظهرها انه کلام متکلم لم یصل الناس الی مراده بالسماع منه، ولا امکان للصول الیه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها فان الانسان یمکن علمه منه اذا تکلم بان یسمع منه او ممن سمع منه، واما القرآن فتفسیره علی وجه القطع لایعلم الابان یسمع من الرسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم و ذلك متعذر الا فی	تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔ **دوسرا مقدمہ**: بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہوا گرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی موید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔ امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تروجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عزجلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال واشعار اور ان جیسی اور باتون کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سنے یا اس سے سنے جس نے اس سے سنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

ایات متعددۃ قلائل، فالعلم بالمراد یستنبط بامارات ودلائل، والحکمۃ فیہ ان اللہ تعالٰی اراد ان یتفکر عبادہ فی کتاب، فلم یامر نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم بالتنصیص علی المراد فی جمیع آیاتہ[45] اھ وقال الامام الزرکشی فی البرھان للناظر فی القرآن لطلب التفسیر ماخذ کثیرۃ امھاتھا اربعۃ الاول النقل عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا ھو الطراز الاول لیکن یجب الحذر من الضعیف فیہ والموضوع فانہ کثیر[46] الخ۔

قال الامام السیوطی الذی صح من ذلك قلیل جدا بل اصل الوضوع منہ فی غایۃ القلۃ، وکذلك الماثور عن الصحابۃ الکرام و التابعین لھم باحسان قلائل لھذہ الطوامیر الکبروالا قاویل الذاھبۃ شذر مذر فیھا لاخبر ولا اثر و انما حدثت بعدھم لما کثرت الاراء وتجاذبت الاھواء قام کل لغوی و نحوی وبیانی وکل من لہ

علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں تعذر ہے تو مرادالٰہی کا علم امارات ودلائل سے متخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور وفکر کریں لہٰذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا اھ۔ اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کیلئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے، لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے الخ۔

امام سیوطی نے فرمایا جو ان کی طرف سے صحیح ہے وہ بہت کم ہے بلکہ اس میں اصل موضوع قلّت ہی ہے۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ وتابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں

[45] الاتقان بحوالہ الجوینی فصل الحاجۃ الی التفسیر دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[46] البرہان فی علوم القرآن فصل فی امہات ماخذ التفسیر للناظر فی القرآن دار الفکر بیروت ۲/ ۱۵۶

ممارسة بشیئ من انواع علوم القرآن یفسر الکلام العزیز بما سمح به فکره وادی الیه نظره ثم جاء الناس مهر عین وبجمع الاقوال مولعین فنقلوا ما وجدوا وقلیلا مانقدوافعن هذا جاءت کثرة الاقاویل ختلاط الصواب بالا باطیل۔	کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے سائق ہوئے تو جو انہوں نے پایا اسے نقل کردیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔
وذکر ابن تیمیة کما نقله الامام السیوطی قائلا انه نفیس جدا لذلك وجهین،**احدهما** قوم اعتقدوا معانی،ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن علیها۔**والثانی** قوم فسروا القرآن بمجرد مایسوغ ان یریده من کان من الناطقین بلغة العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن والمنزل علیه المخاطب به،فالا ولون راعوا المعنی الذی رأوه من غیر نظر الی ما یستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبیان۔ والاخرون راعوامجرد اللفظ و مایجوز ان یرید به العربی من غیر نظم الی مایصلح للمتکلم وسیاق الکلام۔	اور ابن تمیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس ہے اس کی دو وجہیں ذکر کیں: **پہلی** وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرالیا، پھر انہوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور **دوسری وجہ** وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہوسکتے ہیں انہوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالی) اور جس پر اترا اور جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انہوں نے قرآن کے الفاظ کے دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کہ نظر انداز کردیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ او جو عربی کی مراد ہوسکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

ثم هوالاء كثيرا ما يغلطون فی احتمال اللفظ لذلك المعنى فی اللغة كما يغلط فی ذلك الذين قبلهم كما ان لاولين كثير اما يغلطون فی صحة المعنى الذی فسروا به القرآن كما يغلط فی ذلك الاخرون وان كان نظر الاولين الى المعنى اسبق ونظر الاخرين الى اللفظ اسبق، والا ولون صنفان تارة يسلبون لفظ القرآن مادل عليه واريدبه وتارة يحملونه على ما لم يدل عليه ولم يردبه، وفی كلا الامرين قديكون ماقصدوا نفيه او اثباته من المعنى باطلا فيكون خطاهم فی الدليل والمدلول وقديكون حقا فيكون خطاهم فيه فی الدليل لا فی المدلول (الی ان قال) وفی الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئا فی ذلك بل مبتدعا لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحق الذی بعث الله به رسوله [47] اھ ملخصًا۔	پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انہوں نے مراد لئے) محتمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انہوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ یہی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ وتابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں بر سر خطا ہوگا بلکہ بد مذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ وتابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انہیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اھ ملخصًا۔

[47] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲

ولذا قال الامام ابو طالب طبری فی اوائل تفسیرہ فی القول فی آداب المفسر ،ویجب ان یکون اعتمادہ علی النقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن اصحابهہ ومن عاصرھم ویتجنب المحدثات[48] الخ۔ قال ابن تمیة ایضا کان النزاع بین الصحابة فی تفسیر القرآن قلیلا جد اوھو (و) عـــہ ان کان بین التابعین اکثر منہ بین الصحابة فھو قلیل بالنسبة الی مابعد ھم[49] الخ۔وقال السیوطی بعد ما ذکر تفاسیر القدماء"ثم الف فی التفسیر خلایق فاختصروا الاسانید ونقلوا الاقوال بترًا فدخل من ھنا الدخیل والتبس الصحیح بالعلیل،ثم صارکل من یسنح لہ قول یوردہ،ومن یخطر ببالہ شیئ یعتمدہ،ثم ینقل ذلك عنہ من یجیئ بعدہ ظانا ان لہ اصلا غیر ملتفت الی تحریرما وردعن السلف الصالح ومن یرجع الیھم فی التفسیر حتی رایت	اور اسی لئے امام ابوطالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔نیز ابن تمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا،اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدماء کی تفسیروں کا ذکر فرمایا کہ فرمایا: پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں توانہوں نے سندوں کو مختصر کردیا اور ناتمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گھسا اور صحیح وغیر صحیح مخلوط ہوگئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔پھر اس کے بعد جو آتا رہا وہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اور اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے،سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں اور جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عـــہ:سقطت ھذہ الواؤ من قلم الناسخ وزدناھا فی القوسین بعد ما رأینا الاتقان فوجدناھا فیہ۔الازھری غفرلہ

[48] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۵

[49] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابن تمییہ النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۷

من حکی فی تفسیر قولہ تعالٰی غیر المغضوب علیھم و لاالضالین"نحو عشرۃ اقوال،وتفسیر ھا بالیھود و النصارٰی ھو الوارد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم وجمیع الصحابۃ والتابعین واتباعھم حتی قال ابن ابی حاتم الااعلم فی ذلك اختلافا بین المفسرین[50] (الی ان قال)فان قلت فای التفاسیر ترشد الیہ وتامر الناظر ان یعول علیہ۔ **قلت** تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی ان لہ یؤلف فی التفسیر مثلہ[51] الخ۔وفی المقاصد البرھان والاتقان غیرھا عن الامام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تالی عنہ قال ثلثہ لیس لھا اصل المغازی والملاحم والتفسیر اھ[52] **قلت** وھذا ان لم یکن جاریا علی اطلاقۃ لما(عہ) یشھد بہ الواقع الا انہ	ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریبًا دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود و نصارٰی مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک انہوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔ **میں کہوں گا** تفسیر امام ابو جعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس کی جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ۔اور مقاصد،برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں،کتب سیر و غزوات وتفسر اھ۔**میں کہتا ہوں** اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات

عہ:لعلہ کما۔الازھری غفرلہ

[50] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۴و۴۷۵

[51] الاتقان فی علوم القرآن النور الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۶

[52] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ /۴۴۰

لم یقله مالم یر الخلط غالبا علیها کما لا یخفی وهذا فی زمانه فیکف بما بعده وفی مجمع بحار الانوار عن رسالة ابن تیمیة"وفی التفسیر من هذه الموضوعات کثیرة کما یرویه الثعلبی والواحدی والزمخشری فی فضل السور والثعلبی فی نفسه کان ذاخیر ودین لکن کان حاطب لیل ینقل ماوجد فی کتب التفسیر من صحیح وضعیف وموضوع والواحدی صاحبه کان ابصر منه بالعربیة لکن هو ابعد عن اتباع السلف،والبغوی تفسیرہ مختصر من الثعلبی لکن صان تفسیرہ عن الموضوع والبدع [53]اھ،وفیه عن جامع البیان لمعین بن صیفی قد یذکر محی السنة البغوی فی تفسیرہ من المعانی والحایات ما اتفقت کلمة المتاخرین علی ضعفه بل علی وضعه [54]اھ وفیه عن الامام احمد رحمة الله تعالٰی انه قال فی تفسیر الکلبی	یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح وسقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی۔اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زمخشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کردیتے تھے،اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دور تھا،اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن انہوں نے اپنی تفسیر کو موضاعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صیفی سے ہے" کبھی محی السنۃ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب و حکایات ذکر کرتے ہیں جسے متاخرین نے یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے،اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا: تفسیر کلبی میں شروع ہے

[53] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبهم مکتبه دار الایمان مدینة المنورة ۵ /۲۳۱

[54] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبهم مکتبه دار الایمان مدینة المنورة ۵ /۲۳۱

من اولہ الی اخرہ کذب لایحل المنظر فیہا[55] اھ وقد عد الخلیل فی الارشاد اجزاء قائل من التفسر صحت اسانیدھا وغالبہا بل کلہا لا توجد الان اللہم الانقول عنہا فی اسفار المتاخرین" قال وھذہ التفاسیر الطوال التی اسندوھا الی ابن عباس غیر مرضیۃ ورواتہا مجاھیل کتفسیر جو یبر عن الضحاك عن ابن عباس[56] الخ۔ وقال فاما ابن جریج فانہ لم یقصد الصحۃ وانما روی ماذکر فی کل ایۃ من الصحیح والسقیم، وتفسیر مقاتل بن سلیمان فمقاتل فی نفسہ ضعفوہ وقد ادرك الکبار من التابعین و الشافعی اشار الی ان تفسیرہ صالح[57]۔ قال المولی السیوطی قدس اللہ سرہ واوھی طرقہ (یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلك روایۃ محمد بن مروان السدی	آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں اھ۔ اور بے شک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جزا یسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں مین ہیں، ابن تمیمہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جو یبر بروایت ضحاک عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریج تو انہوں نے صحیح روایتوں کا قصد نہ کیا انہوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح وسقیم مذکور ہوا روایت کردیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کا علماء نے فی نفسہ ضعیف بتایا حالانکہ انہوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے اھ۔ امام سیوطی قدس سرہ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس سے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے

[55] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبہم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵ /۲۳۰
[56] الاتقان فی علم القرآن بحوالہ الخلیلی النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۰
[57] الاتقان فی علم القرآن بحوالہ الخلیلی النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲ /۴۷۱

الصغیر فھی سلسلة الکذب وکثیر امایخرج منھا الثعلبی والواحدی،ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحة وخاصة عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد نفسیر اطول منه ولا اشبع،وبعدہ مقاتل بن سلیمان الا ان الکلبی یفضل علیه لما فی مقاتل من المذاھب الردیئة وطریق الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس منقطعة فان الضحاك لم یلقه فان انضم الی ذلك روایة بشر بن عمارة عن ابی روق عنه فضعیفة لضعف بشر،وقد اخرج من ھذہ النسخة کثیرا ابن جریر وابن ابی حاتم،وان کان من روایة جویبر عن الضحاك فاشد ضعفا لان جویبرا شدید الضعف متروك [58] الخ۔قال ورایت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان انه اخرج بسندہ من طریق بن عبد الحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الاشبیه	تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے،اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعالبی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں۔لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابل قبول ہیں اور خصوصًا ابو صالح کی روایت سے اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں،اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں،مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں ردی خیالات ہیں،اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی،پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعف بشر ضعیف ہے،اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن حاتم نے تخریج کیں اور اگر جویبر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویبر شدید الضعف متروک ہے،انہوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انہوں نے اپنی سند بطریق ابن عبدالحکم روایت کیا کہ ابن عبدالحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تفسیر میں تقریبا سو حدیثیں

[58] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۱ و ۴۷۲

بمائۃ حدیث[59] قلت وھذہ معالم التنزلیل للامام البغوی مع سلامۃ حالھابالنسبۃ الی کثیر من التفاسیر المتداولۃ و دنوھا الی المشرع الحدیثی یحتوی علی قناطیر مقنطر ۃ من الضعاف والشواذ والواھیات المنکرۃ و کثیرا ماتدور اسانیدھا علی ھولاء المذکورین بالضعف والجرح کالثعلبی والواحدی والکلبی والسدی و مقاتل وغیرھم ممن قصصنا علیك اولم نقصص فما ظنك بالذین لااعتناءلھم بعلم الحدیث ولا اقتدار علی نقد الطیب من الخبیث کالقاضی البیضاوی وغیرہ ممن یحذو حذوہ.فلا تسئل عما عندھم من ابا طیل لازمام لھاولاخطام دع عنك ھذایالیتھم اقتصروا علی ذلك لکن بعضھم تعدوا ماھنا لك وسلکوا مسالك تجر الی مھالك فادلجوا فی تفسیر القرآن ماتقف لہ الشعر وتنکرہ القلوب وتمجہ الاذن اذقرر واقصص الانبیاء الکرام والملئکۃ العظام علیھم الصلوۃ والسلام	ثابت ہیں۔ **میں کہوں گا** اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور واہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف وجرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان انکے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کرلے جائیں تو انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کردیں جن سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں پھینکتے ہیں اس لئے

[59] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۲

بما ينقض عصمتهم وينقص اويزيل عن قلوب الجهال عظمتهم كما يظهر على ذلك من راجع قصة ادم وحواء وداؤد و اوريا وسليمان والجسد الملقى و الالقاء فى الامنية والغرانقة العلى وهاروت و ماروت وما ببابل جرى فبالله التعوذ واليه المشتكى فاصابهم فى ذلك ما اصاب اهل السير والملاحم فى نقل مشاجرات الصحابة،اذجاء كثير منها مناقضا للدين وموهنا لليقين وازدارد خنا على وخن وهنات على هنات ان اطلع على كلامهم بعض من ليس عنده آثارة من علم ولامتانة من حلم فضل و اضل اما اغترارا بكلما تهم جهلا منه بما فيه من الوبال البعيد والنكال الشديد واما ظلما وعلوا لاجتراء ه بذلك على ابانة مافى قلبه المرض من تنقيص الانبياء وتفسيق الاولياء فمضى عليه الكبير و نشاء عليه الصغير

انبیاء کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل مین ان کی عظمت کم ہوجاتی ہے یا زائل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدم و حوا وداؤد و اوریا اور سلیمان اور انکی کرسی پرپڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اور غرانیق عُلی کے واقعات اور ہاروت و ماروت اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے ان کی شکایت ہے توان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعات سیرت ومغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہوگئ جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی پختگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کر اس کے وبال شدید وسخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم وسرکشی کی وجہ اسے اس لئے کہ ان باتوں سے انہیں اس کے اظہار کی جرات ہوئی جو انبیاء کی تنقیص اور اولیاء کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ

فاختل دين كثير من الناقصين وصاروا شرا من العوام العامين اذلم يقدروا على مطالعتها فنجوا عن فتنتها وقد بذل علماء نا النصح للثقلين فشد دو االنكير على كلا الفريقين اعنى التفاسير والوهية و السير الداهية فاعلنوا انكارها و بينوا عوارها كالقاضى فى الشفاء والقارى فى الشرح والخفاجى فى النسيم والقسطلانى فى المواهب والزرقانى فى الشرح والشيخ فى المدارج وغيرهم فى غيرها رحمة الله عليهم اجمعين، والحمدلله رب العالمين، ولقد الان القول ابوحيان اذقال كما نقل الامام السيوطى ان المفسرين ذكروا مالا يصح من اسباب نزول و احاديث فى الفضائل و حكايات لاتناسب وتواريخ اسرائيلية ولاينبغى ذكر هذا فى علم التفسير[60] انتهى،

واعلم ان هناك اقواما يعتريهم نزغة فلسفية لما افنوا عمرهم فيها وظنوها شيئا شهيا فيولعون بابداء احتمالات

عامی لوگوں سے بدتر ہوگئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے معالعہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بے شک ہمارے علماء نے دونوں فریقوں کو بھرپور نصیحت کی چنانچہ انہوں نے دونوں فریق کی سخت مذمت کی یعنی واہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انہوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبدالحق محدث دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب العلمین، اور یقینا ابوحیان نے بات کو سہل و نرم کیا کہ انہوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیل کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں، اور تم جان لو کہ اس جگہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں فلسفی وسوسے آتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی اور اسے موغوب شے گمان کیا تو ان کو دور از کار

[60] الاتقان فى علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتاب العربى بيروت ٢/ ٤٦٣

بعیدۃ ولولم یکن فیہا حلاوۃ ولا علیہا طلاوۃ حتی ذکر بعضھم فی قولہ تعالٰی "وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ۝" [61] ماتعلقت بہ جھلۃ النصارٰی واخرون ممن یتلجلجون فی الایمان فیلھجون بکلمۃ الاسلام وفی قلوبھم من بغض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانکار معجزاتہ جبال عظام فاناللہ وانا الیہ راجعون ھذاالذی اعیی السیوطی حتی تبرا عنھاکلھا واقتصر علی الارشادالی تفسیرابن جریر کمامر نقلہ کما تضجرا الذھبی عن خلاعۃ اکثر السیر و التواریخ فعافھاعن اخرھا الی دلائل البیھقی قائلا انہ النور کلہ وقد دبت ھذہ الفتنۃ الصماء والبلیۃ العمیاء الی کثیر من متاخری المتکلمین الذین اشتد عنایتھم بالتفلسف الخبیث ولم یحصلو ابصیرۃ فی صناعۃ الحدیث حتی انھم یذکرون فی بعض المسائل فضلاعن الدلائل مالیس من السنۃ فی شی واما	احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قول باری تعالٰی "وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ۝" (اور چاند شق ہوگیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا جیسا کہ اس کی حکایت گزری جس طرح ذہبی سیرت اور تاریخ کی اکثر کتابوں کی بے شرمی سے پریشان ہوئے تو انہوں نے اول سے آخر تک سب کو چھوڑا اور دلائل بیہقی پر مطمئن ہوئے اور فرمایا وہ سراسر نور ہے، اور یہ شدید فتنہ اور ہمہ گیر بلا بہت سے متاخر متکلمین کی طرف سرایت کر گئی (جن کی زیادہ توجہ خبیث فلسفہ پر تھی) اور انہوں نے فن حدیث میں بصیرت حاصل نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ کچھ مسائل میں چہ جائیکہ دلائل میں وہ باتیں ذکر کرتے ہیں جو باتیں سنت سے نہیں۔ رہ گیا

[61] القرآن الکریم ۵۴/۱

مابينهم من قيل وقال وكثرة السوال و الشبه و الجدال، فكن حذورا و لاتسئل عن الخير اوه على الله الشكوى۔ فلقد بلغ الامر الى ان الناظر فى تلك الكتب لايكاد يعرف ان هذا مما جاء به ارسطو و افلاطون اوماجاء به محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد ثقل صنيعهم هذا على العلماء المحتمين للدين ان الامام العامل بعلمه سيدى الشيخ المحقق لما راى ذلك منهم فى مسئلة المعراج لم يتمالك نفسه ان اغلظ القول فيهم الى ان سماهم ضالين مضلين ولم يكن بدعا فى ذلك بل سبقه فى اقامة الطامة الكبرى عليهم ائمة تشار اليهم بالبنان وتقوم بهم اركان الايمان كما فصله الملاعلى القارى فى شرح الفقه الاكبر ان شئت فطالعه فانك اذا رايت ثم رايت عجبا كبيرا ومن هذا القبيل ما ذكره بعضهم فى مشاجرات الصحابة رضى الله تعالٰى عنهم اذنسب القول بتفسيق كثير منهم حتى بعض العشرة المبشرة ايضًا	کو کچھ ان کے درمیان قیل وقال اور کثرت سوال و شبہات وجدال ہیں۔ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت نہ پوچھو آہ اللہ ہی سے فرماد ہے۔ اس لئے کہ نوبت یہاں پہنچی ان کتابوں کو دیکھنے والا یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور افلاطون لائے یا یہ وہ ہے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے اور ان کا یہ معاملہ دین کے لئے حمیت والے علماء پر شاق گزار یہاں تک کہ امام عالم با عمل سیدی شیخ محقق (عبدالحق محدث دہلوی) نے مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انہوں نے ان لوگوں کے بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انہیں گمراہ و گمراہ گر کا نام دیا اور اس میں وہ نت نئے نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبری ان پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اور جن سے ایمان کے ستون قائم ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھوگے تو بڑی عجیب بات دیکھوگے، اور اسی قبیل سے وہ ہے جو بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اختلافات میں ذکر کیا ہے، کہ انہوں نے بہت صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ مژدہ یافتگان

الی کثیر من اھل السنۃ والجماعۃ وھم واللّٰہ ماقالوا ولا اذنوا فالحق ان الدین لایقوم الا بالحدیث والحدیث مضلۃ الا للفقیہ والفقہ لایحصل باتباع الشبہ وتحکیم العقل السفیہ نجانا اللّٰہ والمسلمین عن شر الجھل و شر العلم فان شر العلم ادھی وامر ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم وانما اطبنا الکلام فی ھذا المقام حوطا علی السنن وکراھۃ للفتن ان تروج علی المؤمنین او ترعرع الی الدین فیفسد الیقین الا فعض علیہ بالنواجذ فالنصیح غیر مفتون وایاک ان تخالفہ وان افتاک المفتون۔	جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سنی علماء کی طرف منسوب کردیا حالانکہ انہوں نے قطعاً خدا کی قسم یہ بات نہ کہی نہ کسی کے لئے روا رکھی تو حق یہ ہے کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث سے فقیہ کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے اور فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالٰی ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت اور بہت تلخ ہے اور برائی سے پھرنا اور نیکی کی قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل سنت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان بگڑ جائے، سنتا ہے تو اس کو مضبوطی سے پکڑلو کہ نصیحت پکڑنے والا گمراہ نہیں ہوتا، اور خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتوی دینے والے فتوی دیں۔
ایقاظ مھم: اعیذک باللّٰہ ان یستفزک الوھم عن الذی القینا علیک فتفتری علینا غیرہ اویوسوسک قلۃ الفھم انا لانکترث للتفسیر ولا نلقی لہ	**ضروری تنبیہ**: میں تمہیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمہیں وہم اس بات سے ڈگمگادے جو ہم نے تم پر القاء کیا، تو تم ہم پر اس سے جدا بات کا بہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

بالا ولا نسلم له خیره وانما المعنی ان غالب الزبر المتداولة لاتسلم من الدخیل وتجمع من الاقوال کل صحیح وعلیل فمجرد حکایتها لایوجب التسلیم ولایصدالناقد عن نقد السقیم فماھی عندنا اسوء حالامن اکثر کتب الاحادیث اذنعاملها مرة بالترك ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد کل مورد فتحمل تارة عذبا فراتا وتاتی مرة بملح اجاج،وبالجملة فالامر یدور علی نظافة الحدیث سندا ومتنا فاینما وجدنا الرطب اجتنینا وان کان فی منابت الحنظل وحیثما راینا الحنظل اجتنبنا وان نبت فی مسیل العسل۔	اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح وسقیم قول کو اکٹھا کرتی ہین تو ان کتابون میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کا مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ برا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھالیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں، بالجملہ مدار کار حدیث کی نظافت (پاکیزگی) سند و متن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ اگا ہو اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں گے تو اس کو چھوڑدیں گے اگرچہ وہ شہد کی نہر میں اگا ہو۔
ولقد علمت ان اکثر ھذاالداء العضال انمادخل التفاسیر من باب الاعضال وفی امثال تلك المحال اذا لم یعرف السند یؤل الامر الی نقد المقال فما کان منها یناضل النصوص ویرد المنصوص اوفیه ازراء بالرسل والانبیاء اوغیر ذلك ممالا یحتمل علمنا انه قول مغسول	اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مآل کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے ٹکراتی اور منصوب کورد کرتی ہو یا اس میں رسل وانبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابل قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھودینے کے قابل ہے اور اگر

وان کان بریئا من الافات نقیا من العاھات قبلناہ علی تفاوت عظیم بین قبول وقبول ولیس ھذا من باب ما نھینا عنہ من الاجتراء علی التفسیر بالاراء ومعاذ اللہ ان نجتری علیہ فان علم التفسیر اشد عسیر ویحتاج فیہ الی ما لیس بحاصل ولا میسر کما قد فصل بعضہ العلامۃ السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وکذلك اذا اتانا منھا ما فیہ العدول عن ظاہر المدلول وصح ذلك عمن لا یسعنا خلافہ اوکانت ھناك خلۃ لا تنسد الا بہ تعین القبول والا فدلالۃ کلام اللہ تبارك وتعالٰی احق بالتعویل من قال وقیل ھذا الذی قصد فلا تنقص ولا تزد۔	خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کرلیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرات کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الٰہی کی دلالت قیل وقال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔
قال الامام السیوطی قال بعضھم فی جواز تفسیر القرآن بمقتضی اللغۃ روایتان عن احمد وقیل الکراھۃ تحمل علی صرف الایۃ عن ظاہرھا الی معان خارجۃ محتملۃ یدل علیھا القلیل من کلام العرب ولا یوجد غالبا الا فی الشعر ونحوہ ویکون المتبادر خلافھا[62] اھ"	امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالبا اور اس کے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو اھ۔

[62] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۴

وقال عن برھان الزرکشی"کل لفظ احتمل معنیین فصاعدا فھوالذی لایجوز لغیر العلماء الاجتھاد فیه، وعلیھم اعتماد الشواھد والدلائل دون مجرد الرأی، فان کان احد المعنیین اظھر وجب الحمل علیه الاان یقوم دلیل علی ان المراد ھو الخفی[63]اھ

وقال قال العلماء یجب علی المفسران یتحری فی التفسیر مطابقة المفسر و ان یتحرز فی ذلك من نقص عما یحتاج الیه فی ایضاح المعنی اوزیادة لا تلیق بالغرض ومن کون المفسر فیه زیغ عن المعنی و عدول عن طریقه وعلیه بمراعاۃ المعنی الحقیقی و المجازی،ومراعاۃ التالیف والغرض الذی سیق له الکلام[64]الخ۔

المقدمة الثالثة: کثیرا ماتری المفسرین یذکر بعضھم تحت الایة وجھا من التاویل والبعض الاخرون وجھا اخر وربما جمعوا وجوھا کثیرۃ وغالبه لیس من باب الاختلاف

اور سیوطی نے برہان سے حکایت کیا: ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنی کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد ودلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر، تو اگر دو معنی میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے اھ۔

اور فرمایا: علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت توضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی ومجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

مقدمہ سوم: مفسرین کو تم بہت دیکھوگے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجوہ جمع کردیتے ہیں اور بیشتر وجوہ اختلاف وتردد کے

---

[63] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۵۳

[64] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۱

اوالتردد المانع عن التمسك باحدها لاسيما الاظهر الانور منها و انماهو تفنن فی المرام، اوبيان لبعض ماينتظمه الكلام وذالك ان القرآن ذو وجوه وفنون ولكل حرف منه غصون وشجون و له عجائب لاتنقضی ومعان تمد ولا تنتهی فجاز الاحتجاج به علی كل وجوهه و هذا من اعظم نعم الله سبحنه وتعالٰی علينا ومن ابلغ وجوه اعجاز القرآن ولو كان الامر علی خلاف ذلك لعادت النعمة بلية والاعجاز عجزا والعياذ بالله تعالٰی وقد وصف الله سبحنه وتعالٰی القرآن بالمبين، فليس تنوع معاينه كتذبذب المحتملات فی كلام مبهم مختلط لايستبين المراد منه، ولقد قال الله تبارك وتعالی "قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾"[65] وقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم علی مااخرج ابو نعيم وغيره

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری سے تمسک کا مانع ہو خصوصا ان میں جو ظاہر تر اور روشن تر ہو بلکہ یہ وجوہ بیان مقصد میں تفنن عبارت ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ کو بیان کردینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں تھمتے، لہٰذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے اور یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغہ سے ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہوجاتی اور اعجاز عجز ہوجاتا والعیاذ باللہ تعالٰی، اور اللہ تعالٰی نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر نہ ہو، محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقینا اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: اے محبوب! تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابونعیم وغیرہ نے حضرت

---

[65] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۰۹

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن وجوھہ [66] رضی اللہ تعالٰی عنہما کما اخرج ابن ابی حاتم عنہ ان القرآن ذو شجون وفنون وظھور وبطون لاتنقضی عجائبہ ولا تبلغ غایتہ [67] الحدیث۔ قال السیوطی قال ابن سبع فی شفاء الصدور ورد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال لایفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا، وقد قال بعض العلماء لکل ایۃ ستون الف فھم [68] انتھی ملخصًا۔ وللہ در الامام البوصیری حیث یقول۔ لھا معان کموج البحر فی مدد وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم فلا تعد ولا تحصی عجائبھا ولا تسام علی الاکثار بالسام [69]	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔ اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی قرآن مختلف معانی ومطالب اور ظاہری وباطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں (الحدیث) سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔ اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں، اور وہ حسن وقیمت میں سمندر کے گہر سے بڑھ کر ہیں تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہوسکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

[66] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۷و۴۴۶
[67] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ /۴۶۰
[68] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ /۴۶۰
[69] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات، ہند، ص ۴۰

فثبت بحمد الله ان بعض معانیه لاینافی بعضا ولا یوجب وجه لوجه رفضا من جراء هذا تری العلماء لم یزالو محتجین علی احد التاویلات، ولم یمنعهم عن ذلك علمهم بان هناك وجوها اخر لاتعلق لها بالمقام، وعلام کان یصدهم وقد علموا ان القرآن حجة بوجوهه جمیعا ولیس هذا الاتفننا وتنویعا هذا هوالاصل العظیم الذی یجب المحافظة علیه. انبانا المولی السراج عن المفتی الجمال عن السنة السندی عن الشیخ صالح عن محمد بن السنة وسلیمان الدرعی عن الشریف محمد بن عبدالله عن السراج بن الالجائی عن البدر الکرخی والشمس العلقمی کلهم عن الامام جلال الملة و الدین السیوطی قال فی الاتقان ناقلا عن ابن تیمیة الخلاف بین السلف فی التفسیر قلیلل وغالب مایصح عنهم من الخلاف یرجع الی اختلاف تنوع الااختلاف تضاد۔ وذلك صنفان:

احدهما ان یعبر واحد منهم عن المراد بعبارة غیر عبارة صاحبه تدل علی معنی فی المسمی غیر المعنی الاخر من اتحاد المسمی

اب بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے منافی نہیں اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انہیں ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجوہ بھی جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کاہے کو باز رکھے حالانکہ انہیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجوہ پر حجت ہے اور یہ اختلاف وجوہ تو محض تفنن کلام و تلون عبارت ہے، ہمیں خبر دی مولی سراج نے مفتی جمال سے انہوں نے سند سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں نے محمد بن السنۃ اور سلیمان درعی سے انہوں نے شریف محمد بن عبداللہ سے انہوں نے سراج بن الالجائی سے انہوں نے بدر کرخی و شمس علقمی سے، ان سب نے جلال الملۃ والدین سیوطی سے روایت کی کہ انہوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے:

ان میں سے **ایک صنف** یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جداگانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

كتفسير هم الصراط المستقيم "بعض بالقرآن اى اتباعه وبعض بالاسلام فالقولان متفقان لان دين الاسلام هو اتباع القرآن ولكن كل منهما نبه على وصف غير الوصف الاخر كما ان لفظ الصراط يشعر بوصف ثالث، وكذلك قول من قال هو السنة والجماعة وقول من قال هو طريق العبودية وقول من قال هو طاعة الله ورسوله و امثال ذلک. فهؤلاء كلهم اشاروا الى ذات واحدة ولكن وصفها كل منهم بصفة من صفاتها۔	الصراط المستقیم کی تفسیر کی کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات جس نے یہ کہا تھا کہ صراط مستقیم مسلک اہل سنت و جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریق بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ ورسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کردی۔
الثانی ان يذكر كل منهم من الاسم العام بعض انواعه على سبيل التمثيل وتنبيه المستمع على النوع، لاعلى سبيل الحد المطابق للمحدود فی عمومه و خصوصه مثاله مانقل فی قوله تعالٰی ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا الاية فمعلوم ان الظالم لنفسه يتناول المضيع للواجبات والمنتهك للحرمات و المقتصد يتناول فاعل	**دوسری صنف** یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخالف کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا ذات اس کے عموم و خصوص میں ذات کی حد تام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو وہ جو اللہ تعالٰی کے قول ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا الایۃ کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد

الواجبات وتارك المحرمات، والسابق یدخل فیه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون اصحاب الیمین والسابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان کلامنهم یذکر هذا فی نوع من انواع الطاعات کقول القائل السابق الذی یصلی فی اول الوقت، والمقتصد الذی یصلی فی اثنائه والظالم لنفسه الذی یؤخر العصر الی الاصفرار او یقول السابق المحسن بالصدقة مع الزکوة، والمقتصد الذی یؤدی الزکاة المفروضة فقط، والظالم مانع الزکوة[70] اھ

وعن الزرکشی "ربما یحکی عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فیظن من لافهم عنده ان ذلك اختلاف محقق فیحکیه اقوالا و لیس کذلك بل یکون کل واحد منهم ذکر معنی من الایة لکونه اظهر عنده او الیق بحال السائل وقد یکون بعضهم یخبر عن الشیئ بلازمه ونظیره والاخر بمقصوده

واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقتصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواع عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک موخر کردے، اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوۃ دنہ دے اھ۔

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علماء سے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے، حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود

---

[70] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ / ۴۳۸

وثمرته والکل یؤل الی معنی واحد غالبا[71] الخ وعن البغوی والکواشی وغیرھما التاویل صرف الایة الی معنی موافق لما قبلھا وبعدھا تحتملہ الایة غیر مخالف للکتاب والسنة من طریق الاستنباط غیر محظور علی العلماء بالتفسیر کقولہ تعالٰی "انفروا خفافا وثقالا" قیل شبابا وشیوخا، وقیل اغنیاء و فقراء، قیل عزابا ومتاھلین، وقیل نشاطا وغیر نشاط وقیل اصحاء ومرضی وکل ذلك سائغ والایة تحتملہ[72] الخ، وھذا فصل عمیق بعید لوفصلنا فیہ الکلام خرج بناء عما نحن بصددہ من المراد، فیما اوردناہ کفایة الاولی الاحلام لاسیما من لہ اجالة نظر فی کلمات المفسرین وتمسکات العلماء بالقرآن المبین۔	وثمرہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔ اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی وکواشی وغیرہما سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنہیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالٰی کے قول "انفروا خفافا وثقالا (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا غنی وفقیر۔ اور کسی کا قول ہے۔ شادی شدہ اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے: چست وسست۔ اور کسی نے کہا: صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے اور یہ فصل وسیع وعریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کردے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلمات مفسرین اور علماء کے قرآن سے تمسکات میں رواں ہے، کفایت ہے۔

[71] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ / ۴۴۴

[72] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲ / ۴۴۸

المقدمة الرابعة: ھذا التاویل الذی فتحنا ابواب الکلام علی ایھا نہ اعنی تفسیر الاتقی بالتقی انما ھو مروی عن ابی عبیدۃ کما صرح بہ العلامۃ النسفی رحمہ اللہ تعالٰی فی مدارك التنزیل[73] وحقائق التاویل وابوعبیدۃ ھذا رجل نحوی لغوی من الطبقۃ السابعۃ اسمہ معمر بن المثنی کان یری رأی الخوارج وکان سلیط اللسان وقاعا فی العلماء وتلمیذہ ابو عبید القاسم بن سلام احسن منہ حالا وابصر منہ بالحدیث انبأنا مفتی مکۃ سیدی عبدالرحمن عن جمال بن عمر عن الشیخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی عن ابن السنۃ عن المولی الشرف عن محمد ابن ارکماش الحنفی عن حافظ ابن حجر العسقلانی قال فی التقریب معمر بن المثنی ابو عبیدۃ التیمی مولاھم البصری النحوی اللغوی صدوق اخباری وقد رمی برای الخوارج من السابعۃ مات سنۃ ثمان ومائتین وقیل بعد ذلك وقد قارب المائۃ[74] انتھی۔

چوتھا مقدمہ: یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابو عبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے، اور یہ ابوعبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنی ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بدزبان علماء کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابو عبید قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انہیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی مکہ سیدی عبدالرحمٰن نے جمال بن عمر سے خبر دی انہوں نے شیخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی سے روایت کی انہوں نے ابن السنۃ سے انہوں نے مولی شریف سے انہوں نے محمد بن ارکماش حنفی سے انہوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا معمر بن مثنی ابو عبیدہ تیمی بنو تیم کا آزاد کردہ، بصری نحوی، لغوی سچا ہے تاریخ کا راوی ہے، اور خوارج کے مذہب سے متہم کیا گیا، طبقہ ہفتم کے علماء سے ہے ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد وفات ہوئی اور عمر تقریبًا سو سال ہوئی انتہی۔

[73] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الایۃ ۹۲/ ۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

[74] تقریب التھذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۳

وقد قال ابن خلکان کما نقل الفاضل عبد الحی فی مقدمة عــه الهدایة ابو عبید بغیر تاء مذکور فی باب الجنایات من کتاب الحج اسمه القاسم بن سلام ذاباع طویل فی فنون الادب والفقه، قال القاضی احمد بن کامل کان ابوعبید فاضلا فی دینه متفننا فی اصناف العلوم من القراءات والفقه العربیة و الاخبار حسن الروایة صحیح النقل روی عن ابی زید والاصمعی وابی عبیدہ وابن الاعرابی والکسائی والفراء وغیرهم وروی الناس من کتبه المصنفة بضعة وعشرین فی الحدیث والقراءات والامثال ومعانی الشعر وغریب الحدیث وغیر ذلك ویقال انه اول من صنف فی غریب الحدیث، وقال الهلال مَنَّ اللہ تعالٰی علی هذه الامة باربعة فی زمانهم الشافعی فی فقه الحدیث وباحمد بن حنبل فی المحنة ولولاہ لکفر الناس وبیحیی بن معین فی ذب الکذب عن الاحادیث وبابی عبید القاسم بن	اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل عبد الحیٔ نے مقدمہ ہدایہ میں کہا: ابو عبید بغیر تاء کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور ہوا ان کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے فنون وفقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ قاضی احمد بن کامل نے فرمایا: ابو عبید اپنے دین میں فاضل مختلف علوم قراءت وفقہ وعربیت وتاریخ کے ماہر تھے ان کی روایت حسن ہے اور نقل صحیح ہے انہوں نے ابوزید واصمعی وابو عبیدہ وابن الاعرابی وکسائی وفراء وغیرہم سے روایت کی اور لوگوں نے ان کی تصنیفات سے حدیث وقراءت وامثال ومعنی شعر واحادیث غریبہ وغیرہا میں تئیس سے انتیس تک کتابوں کو روایت کیا، اور کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب سے پہلے غریب الحدیث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا اللہ تعالٰی نے اس امت پر اپنے اپنے زمانہ میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون میں مخالفت عقیدۂ خلق قرآن کے سبب مبتلا ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

عــه: فی الاصل بیاض وعبارة المقدمة منقولة من المترجم ۱۲ النعمانی۔

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاته بمکة وقیل بالمدینة سنة اثنتین اوثلث وعشرین ومائتین وقال البخاری سنة اربع وعشرین۔ویوجد فی بعض نسخ الهدایة فی الموضع المذکور ابو عبیدة بالتاء واسمه معمر بن المثنی وقد ذکرنا ترجمته فی الاصل وقال العینی فی شرحه ابو عبید اسمه معمر بن المثنی التیمی،وفی بعض النسخ ابو عبیدة بالتاء واسمه القاسم بن سلام البغدادی،والاول اصح انتهی، وهذا مخالف لما فی تاریخ ابن خلکان وغیره من التواریخ المعتمدة من ان ابا عبید بغیر التاء کنیة القاسم وبالتاء کنیة معمر[75]۔	کافر ہوجاتے،اور یحیٰی بن معین سے یوں منت رکھی کہ انہوں نے احادیث سے دروغ کو الگ کردیا اور ابوعبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں،ان کی وفات مکہ میں ہوئی،اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سن وفات ۲۲۴ھ میں فرمایا،اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابو عبیدۃ بالتاء اور ان کا نام معمر بن مثنی ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ابو عبید معمر بن مثنی بن تیمی ہے۔اور بعض نسخوں میں ابوعبیدۃ بالتاء ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے،اور پہلا قول اصح ہے۔اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ ابن خلکان وغیرہ تواریخ معتمدہ میں ہے کہ عبید بغیر تاء قاسم کی کنیت ہے اور تاء کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔
واما قدماء العلماء ککنیف ملئ علما حامل تاج المسلمین نعال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم سیدنا عبدالله مسعود وحبر الامة سلطان المفسرین عبدالله بن عباس وعروة بن زبیر وشقیقه عبدالله وافضل التابعین سعید	رہے علمائے متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف حامل تاج مسلمانان نقش پائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود اور عالم امت سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبداللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم

[75] مذیلة الدرایة لمقدمة الهدایة لعبد الحی مع الهدایة المکتبة العربیة کراچی ص ۴

بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فقد روینا لك ماقالوا فی الایۃ۔	توہم آیت کریمہ کی تفسیر میں ان کے اقوال تمہارے لئے روایت کرچکے۔
المقدمۃ الخامسۃ: لعلك یا من یفضل علیا علی الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین تفرح وتمرح ان ھؤلاء المفسرین انما عدلوا عن الاتقی الی التقی کیلا یلزم تفضیل الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ علی من عداہ وحاشاہم عن ذلک۔الاتری انہم کما فسروا الاتقی بالتقی کذلك اولوا الاشقی بالشقی فاین ھذا من قصدك الذمیم الذی ترید لاجلہ تغییر القرآن العظیم وانما الباعث لہم علی ذلك ماذکرہ ابوعبیدۃ بنفسہ۔	**پانچواں مقدمہ:** اے تفضیلیہ شاید توخوش ہو اور فخر کرے یہ مفسرین اتقی سے تقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ انہوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یونہی اشقی کی تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے،ان کے لیے اس تفسیر پر ابوعبیدہ کا قول مذکور باعث ہوا۔
انبانا سراج العلماء عن المفتی ابن عمر عن عابد سندی عن یوسف المزجاجی عن ابیہ محمد بن العلاء عن حسن العجیمی عن خیر الدین الرملی عن العلامۃ احمد بن امین الدین بن عبد العال عن ابیہ عن جدہ عن العزعبد الرحیم بن الفرات عن ضیاء الدین محمد بن محمد الصنعانی عن قوام الدین مسعود بن ابراھیم الکرمانی عن	ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انہوں نے روایت کی عابد سندی سے انہوں نے یوسف مزجاجی سے روایت کی انہوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انہوں نے حسن العجیمی سے روایت کی انہوں نے خیر الدین رملی سے انہوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبد العال سے انہوں نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انہوں نے عزعبدالرحیم بن فرات سے انہوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے انہوں نے قوام الدین مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انہوں نے مولی

المولی حافظ الدین ابی البرکات محمود النسفی قال فی مدارك التنزیل قال ابو عبیدۃ الاشقی بمعنی الشقی و ھو الکافر، والاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن لانه لا یختص بالصلی اشقی الاشقیاء ولابا لنجاۃ اتقی الاتقیاء وان زعمت انه تعالٰی نکر النار فاراد نارا مخصوصة بالاشقی، فما تصنع لقوله وسیجنبھا الاتقی الذی لان الاتقی یجنب تلك النار المخصوصة لا الاتقی منھم خاصة[76] انتھی۔	حافظ الدین ابو البرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابو عبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے، اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محل اثبات میں ہو تو اس سے مراد فرد مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالٰی کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کروگے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔
وتلخیص المقام: ان قوله سبحنه وتعالٰی "فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾"[77] لایمکن اجراءہ علی ظاھرہ لانه یقتضی قصر دخول النار علی اشقی الاشقیاء من الکفار فیلزم ان	**مقام تلخیص**: یہ ہے کہ اللہ سبحنہ وتعالٰی کے قول "فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿۱۴﴾ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾" (تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہر معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

[76] مدارك التنزیل (تفسیر المدارک) تحت الایۃ ۱۷/۹۲ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۲۳

[77] القرآن الکریم ۹۲/۱۴ تا ۱۶

لایدخلها احد غیرہ کالفجار والکافرین القاصرین عنه فی الشقاء والاستکبار وهذا باطل قطعا فاختار الواحدی والرازی والقاضی المحلی وابو السعود واخرون ماملحظه ان لیس المراد بالاشقی رجل مخصوص یکون اشقی الاشقیاء بل المعنی من کان بالغاعـــه فی الشقاء	کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بد نصیبوں سے بڑا بد نصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار جو بد نصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رتبے کے بد نصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہٰذا واحدی و رازی و قاضی و محلّی وابو السعود اور دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا شقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو اور

عـــه: قوله بالغا فی الشقاء الخ" انت خبیر بانا قررنا کلامهم بحیث یندفع عنه یراد قوی کان یتخالج فی صدری تقریر الایراد ان المؤمن الفاجر له قسط من الشقاوة کما ان له قسطا عظیما من السعادة، ولیس ان الشقاء یختص بالکفرة. الاتری ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم سمی الخبیث الشقی عبدالرحمن بن ملجم الذی قتل السید الکریم المرتضی رضی الله تعالٰی عنه وخضب الحیة الکریمة بدم راسه الاقدس اشقی الاخرین کما ورد بطریق عدیدة عن سیدنا علی کرم الله تعالٰی وجهه وانما کان هذاك الخبیث رجلا من الخوارج واذا کان الامر هکذا

(قولہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوا لخ) تم خبردار ہو کہ ہم نے ان علماء کے کلام کی تقریر اس طور پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میرے سینے میں متردد تھا دفع ہو جائے۔ اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مومن فاجر کے لئے بدبختی سے ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے سعادت سے عظیم بہرہ ہے اور ایسا نہیں کہ بدبختی کافروں کیلئے خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خبیث شقی عبدالرحمٰن بن ملجم کو جس نے سید کریم مرتضی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو ان کے سر اقدس کے خون سے رنگین کیا پچھلوں کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا، جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے متعدد سندوں سے روایت ہے اور یہ خبیث (باقی برصفحہ آئندہ)

متناهيا فيه وهم الكفار عن	اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فما لهولاء اولو الاشقى بالشقى ثم خصوه بالكافر حتى عاد الاعتراض بخروج الفجار مع ان بعضهم يدخل النار قطعا، فلو انهم اجروه على العموم يسلموا من ذاك و تقرير الجواب انهم لما فطموا الافعل عن معناه الحقيقى اعنى الزائد فى الاتصاف بالمبدء على كل من عداه كرهوا ان يذهبوا به مذهبا ابعد من حقيقة كل البعد، فاردوا به البالغ فى الشقاء المتناهى فيه ابقاء لمعنى الزيادة المدلول عليها بصيغة التفضيل، والوجه فى ذلك ان هناك ثلثة امور، الاول الاتصاف بالمبدء وهو مفاد اسم الفاعل، و الثانى الكثرة فيه و هو مدلول صيغة المبالغة، و الثالث الزيادة فيه عن غيره و

تو خارجیوں میں کا ایک شخص تھا (یعنی کافر نہ تھا بلکہ گمراہ تھا) اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا جنہوں نے اشقی کی تاویل شقی سے کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض لوٹا کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ بعض فاجر مسلمان یقینا جہنم میں جائیں گئے تو اگر انہوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب انہوں نے افعل، (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے مجرد کیا یعنی جو مصدر سے متصف ہونے میں اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انہیں یہ پسند نہ ہوا کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو اس کے حقیقی معنی سے بالکل دور ہو لہذا انہوں نے اشقی سے مراد لیا کہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہو تاکہ زیادتی کا مفہوم جس پر صیغہ افعل تفضیل دلالت کرتا ہو باقی رکھیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں، پہلا مصدر سے موصوف ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر اس وصف میں کثرت اور یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفہوم ہے، اور تیسرا امر اس وصف میں دوسرے سے بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل (باقی بر صفحہ آئندہ)

اخرهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرة اما المؤمن الفاجر فان كان له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه الاخر الى السعادة الابدية وهى الايمان، و هؤلاء القائلون لما رأوا مادة الايراد لم تنحسم اذ دخول بعض الفجار ايضا مقطوع فزعوا الى تاويل الصلى باللزوم ،وزعم الواحدى انه معناه الحقيقى فقال كما نقل الرازى معنى "لايصلاها" لايلزمها فى حقيقة اللغة يقال صلى الكافر النار اذا لزمها مقايسا شدتها وحرها ،وعندنا ان هذه الملازمة لاتثبت الا الكافر اما الفاسق فاما ان لايدخلها اوان دخلها تخلص منها[78] انتهى	سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومن فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوت فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادت ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بد عمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لایصلاھا" کا معنی حقیقت لغت میں "لایلزمھا" ہے کہتے ہیں کہ صلی الکافر النار جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے درانحالیکہ اس کی شدت وحرارت کو برداشت کرے، اور ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ملازمۃ فقط کافر کیلئے ثابت ہے، رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہوگا یا داخل تو ہوگا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا۔ انتہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هو الموضوع له اسم التفضيل فالثانى وكالوسط بين الاول والثالث والعدول عن طرف الى طرف ابعد من الميل عن طرف الى الوسط فهذا الذى حملهم على ذلك فيما اظن و الله تعالٰى اعلم منه عفاالله تعالٰى عنه امين۔	کی وضع ہے تو دوسرا جیسے اول وسوئم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو میرے گمان میں یہی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالٰی اعلم منہ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔ آمین!

[78] مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الاية ۹۲/ ۱۵تا۱۶ المطبعة البهية المصرية ۳۱/ ۲۰۴

اقول:وما احسن هذا تاويلا او اصفاه لو لاان يكدره ماساذكره قريبا فارتقب وركن الرازی الی وجه اخر من التاويل وهوان يخص عموم هذا الظاهر بالايات الدالة علی وعيد الفساق [79] **اقول:** هذا جمع بين التاويل والتخصيص وهو مستغنی عنه اذ لو قيل بالتخصيص فكما دلت الايات علی وعيد الفساق كذالك دلت علی ايعاد سائر الكفار بدلالة اظهر واجلی۔اللهم الاان يقال فيه تكثير التخصيص جدا والقصر علی فردو احد اشد بعد و هذا عـــه ولقد سلك	میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب ذکر کروں گا،تو انتظار کرو،اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے،اور وہ یہ کہ اس کے ظاہر معنی کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔ **میں کہتا ہوں** یہ تاویل و تخصیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔الٰہی! تو مدد فرما،مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی،اور ایک فرد پر منحصر کردینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو،اور

عـــه:اعلم ان العبد الضعيف لما فرغ من تحرير هذه المقدمات الخمس وبلغ الی اخر ماكتبنا فی جواب الشبة الاولی استعار تفسير فتح العزيز المتعلق بجزء عم يتساءلون من	تمہیں معلوم ہو کہ بندہ ناتواں جب ان پانچ مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شبہہ کے جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو ایک دوست سے تفسیر فتح العزیز جو جزء عم یتساء لون سے متعلق ہے عاریت لی تو (باقی برصفحہ آئندہ)

[79] مفاتيح الغيب (التفسير الكبير) تحت الاية ۱۵/۹۲و۱۶ المطبعة البهية المصرية مصر ۳/۲۰۴

القاضی الامام ابو بکر کما	قاضی امام ابوبکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفاتیح الغیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعض الاصدقاء فطالعت فیہ من ھذا المقام ورایت المولی الفاضل استاذ استاذی عبدالعزیز ذکر الدفع ھذا الایراد اعنی نقض الحصر فی الکفار بدخول بعض الفجار النار بوجھین اخرین جیدین الاول ان المراد بالنار نار مخصوصۃ بالکفار، والثانی ان دخول بعض المومنین لما کان تطھیرا، وتادیبا کان کلا دخول وانما الدخول کل الدخول دخول لیس بعدہ خروج فالحصر بھذا المعنی وھو حق صحیح بلا امتراء انتھی۔

بالحاصل **اقول**: ما انعمھما من وجھین وادفعھما لکل شین لکنك یا عریف انت خبیر بانھما یجریان ایضا بعد شیئ من تغیر العبارۃ فیما اذا حملنا الاشقی علی معناہ الحقیقی کما ستسمع منا ان شاء اللہ تعالٰی فیا لیت المولی الفاضل لما تنبہ علی ھذین کما تنبھنا تجنب التاویل کما اجتبینا اذ البدایۃ بتاویل الاشقی بالشقی ثم التحصن بھذین الحصنین المانعین

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں نے دیکھا کہ مولی فاضل استاذ استاذی عبدالعزیز نے اس اعتراض کے دفع کے لئے یعنی اس حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل ہونے سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں ذکر کیں، پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و تہذیب کے لئے ٹھہرا، تو یہ آگ میں جانا نہ جانے کے مثل ہے اور آگ میں بالکل جانا وہ جانا ہے جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر کفار میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و صواب ہے۔

الحاصل **میں کہتا ہوں** یہ دونوں وجہیں کس قدر اچھی ہیں اور ہر خرابی کی کیسی دافع ہیں، لیکن اے جاننے والے! تم خبردار کہ یہ دونوں وجہیں عبارت کی قدرے تغییر کے بعد اس صورت میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنوگے ان شاء اللہ تو کاش مولائے فاضل جب ہماری طرف ان دونوں وجھوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح تاویل سے بچتے جیسے ہم بچے، اس لئے کہ پہلے اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم وجھوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک

(باقی برصفحہ آئندہ)

اثر عنه الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب مسلکا حسنا اذحاول ابقاء الاشقی علی معناه الحقیقی اعنی من لایدانیه احد فی الشقاء وذکر لتصحیح الحصر وجهین یرتاح بهما اللبیب ویندحض کل شك مریب: **الاول** ان یکون المراد بقوله تعالٰی "نارا تلظی" نارا مخصوصة من النیران لانها درکات بقوله تعالٰی ان المنفقین فی الدرك الاسفل من النار "فلایة تدل علی ان تلك النار المخصوصة لایصلها سوی هذا الاشقی، ولاتدل علی ان الفاسق وغیر من هذا صفته من الکفار لایدخل سائر النیران [80] انتهی۔ **اقول:** فکان کقوله تعالٰی "وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ﴿ۚ۱۲﴾ " [81] ای اعظم النیران جمیعا علی احد وجوہ التاویلات	میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ انہوں نے اشقی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے کی کوشش کی جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے: **پہلی وجہ** یہ کہ قول خدا تعالٰی نارا تلظی سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ "بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں، "اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشقی جائے گا اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہی۔ **میں کہتا ہوں** اللہ تعالٰی کے فرمان "وَیَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَی ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی ﴿ۚ۱۲﴾ " (دور رہے گا اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ دلیل ہو گئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن اصل التاویل مما یفضی الی العجب فکان کمن تمنی غرضا ورمی غرضا فاخطا بعد کاد ان یصیب. وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب ۱۲ منه عفا اللہ تعالٰی عنه امین۔

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا جیسے کوئی ایک نشان چاہے اور دوسرے کو مارے تو نشانے پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

[80] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایة ۹۲/ ۱۴ و ۱۵ المطبعة البهیة المصریة مصر ۳۱/۲۰۴

[81] القرآن الکریم ۸۷/ ۱۱ و ۱۲

وردہ الرازی بان قولہ تعالٰی "نارا تلظی" یحتمل ان یکون ذلك صفة لکل النیران وان یکون صفة لنار مخصوصة لکنہ تعالٰی وصف کل نار جھنم بھذا الوصف فی اٰیة اخری فقال "اِنَّهَا لَظٰی ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۚ﴿۱۶﴾ "[82]

اور رازی نے اس قول کو یوں رد کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول نارًا تلظی میں احتمال ہے کہ وہ سب آتشوں کی صفت ہو اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالٰی نے جہنم کی سب آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا، اس کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّهَا لَظٰی ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۚ﴿۱۶﴾ " وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی۔

اقول: یترا اٰی من ھذہ العبارة للایراد وجھتان:

الاولی ان المورد کانہ ظن ان القاضی الامام یدعی تخصیص النار بصفة التلظی کما یتخصص الغلام فی قولنا جاء نی غلام عاقل بصفة العقل، ومن ھذا الطریق یقول ان المراد نار مخصوصة اعظم النیران فلا یرادح ظاھر الورود اذ الاوصاف انما تخصص اذا کانت خصائص توجد فی فرد دون اٰخر والتلظی لا یختص بنار دون نار۔ الاتری ان اللہ سبحنہ وتعالٰی وصف النار مطلقا "اِنَّهَا لَظٰی ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۚ﴿۱۶﴾ "[83] ولکن لم یکن القاضی الامام

میں کہتا ہوں اس عبارت سے اعتراض کی دو ۲ جہتیں نظر آتی ہیں۔
پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابو بکر آتش جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاءنی زید عاقل میں صفت عقل سے مخصوص ہے اور اس طریقے سے وہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحنہ وتعالٰی مطلقاً آتش جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے: "اِنَّهَا لَظٰی ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۚ﴿۱۶﴾ " (یعنی وہ تو

[82] القراٰن الکریم ۷۰/ ۱۵ و ۱۶

[83] القراٰن الکریم ۷۰/ ۱۵ و ۱۶

لیرید هذا وانما ملحظه الی ان التنکیر للتعظیم فقوله تعالٰی نارا ای نارا عظیما لیس کمثله نارکانه اشیر بالتنکیر الی انها بشهرة امرها وشیوع فزعها واخذ اهوالها بمجامع القلوب صارت بمثابة لاتسبق الاذهان الا الیها،فاغنت شهرتها و انتشار ذکرها عن تعریف اسمها کما یفید ذلك تنکیر الملیك فی قوله تعالٰی "فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۠" [84] وتنکیر الظلم فی قوله تعالٰی "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" [85] ای ظلم لاظلم کمثله وهو الشرک۔ انبانا مولانا السید حسین جمل اللیل امام الشافعیة بمکة المحمیة عن خاتمة المحدثین محمد عابد السندی عن صالح الفلانی عن	بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی) لیکن حضرت قاضی امام یہ معنی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیلئے ہے تو اللہ تعالٰی کے فرمان نارا کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں، تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کردیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے، جس طرح یہی فائدہ لفظ ملیك اللہ تعالٰی کے قول "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر" (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ ظلم اللہ تعالٰی کے قول "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ" میں یہ فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔ ہمیں خبر دی مولانا سیدنا حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمۃ المحدثین محمد عابد سندی سے انہوں نے روایت کیا صالح فلانی سے انہوں نے روایت کی

[84] القرآن الکریم ۵۵/۵۴

[85] القرآن الکریم ۶/۸۲

محمد بن سنة عن احمد العجلی عن قطب الدین النهر والی عن ابی الفتوح عن یوسف الهروی عن محمد بن شاہ بخت عن ابی النعمان الختلانی عن الفربری عن محمد بن اسمعیل البخاری ثنا ابوعدی ثنا شعبة عن سلیمان عن ابراهیم عن علقمة عن عبداللّٰه لما نزلت الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون [86] قال اصحاب رسول اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اینا لم یظلم فنزل اللّٰه ان الشرك لظلم عظیم۔	محمد بن سنہ سے انہوں نے احمد عجلی سے انہوں نے قطب الدین نہروالی سے انہوں نے ابوالفتوح سے انہوں نے یوسف ہروی سے انہوں نے محمد بن شاہ بخت سے انہوں نے ابونعمان ختلانی سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے، بخاری نے فرمایا ہم سے ابوعدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ "الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم اولئك لهم الامن و هم مهتدون" (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے امان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لئے ایمان ہے اور وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ تعالٰی نے آیہ کریمہ "ان الشرك لظلم عظیم" "بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ ت) نازل فرمائی۔
انبانا شیخ العلماء مولانا السید زین دحلان المکی الشافعی عن العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی	ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد دحلان مکی شافعی نے خبر دی انہوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے انہوں نے امیر کبیر

[86] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام، باب قول تعالٰی ولم یلبسوا ایمانهم بظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۶۶، انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) ۶/۸۲ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۲۶و۴۲۶

الشافعی الازھری عن الامیر الکبیر العلامۃ محمد المالکی الازھری والشیخ عبداللہ الشرفاء الشافعی و سیدی محمد الشنوانی الشافعی واخرین باسانیدھم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فیہ قالوا اینالا یظلم نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال لقمان لابنہ"یابنی لاتشرك باللہ ان الشرك لظلم عظیم"[87] وھکذا اخرجہ الامام احمد والترمذی وقد اختار الرازی بنفسہ عین ھذا التوجیہ فی قولہ تعالٰی "ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی"[88]قال التنکیر فی عبد یدل علی کونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاملا فی العبودیۃ کانہ تعالٰی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبدلایفی العالم بشرح	علامہ محمد مالکی ازہری اور الشیخ عبداللہ شرفائی الشافعی اور سیدی محمد الشنوانی الشافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تالی عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے ! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے، اور مسلم کی حدیث کے مثل امام احمد وترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے توجیہ اللہ تعالٰی کے قول "ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی" (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔ت) میں اختیار کی انہوں نے فرمایا کہ عبدا کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں

[87] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان واخلاصہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۷، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانعام امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۲، مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۴

[88] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۶/ ۹و۱۰ المطبعۃ البیھۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۲۰

بیانیه وصفة اخلاصه فی عبودیته[89] انتہٰی **والثانیة** ان توصیفه بالتلظی ینافی هذا التخصیص لانه وصف مطلق النار لا نار مخصوص۔اقول ولیس بشیئ اذ لا یمتنع توصیف فرد عظیم من جنس بوصف عام نشترك فیه الافراد جمیعا و انما الممتنع عکسه،اعنی توصیف جمیع الافراد بما یختص به فرد خاص،الاتری الی قوله تعالٰی "مَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ"[90] مع انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اعظم الرسل و اکرمهم بالاطلاق،والرسالة وصف عام یشترك فیه المرسلون جمیعا،ولیس فی الایة مایدل علی القصر ینافی العموم علی ان التلظی مقول بالتشکیك فیجوز ان یراد هنا تلظ خاص لیس کمثله تلظ کما قال الله سبحنه وتعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ"[91] اطلق الضلال و	کر سکتا۔ دوسری یہ کہ آگ کو تلظی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد شریک موصوف کرنا ممتنع نہیں، ممتنع تو اس کا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو گیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے اس قول کی طرف "اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل و اعلٰی ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظی (بھڑکنا) کلی مشکک ہے لہٰذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص تلظی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظی نہ ہو، جیسے اللہ تعالٰی سبحنہ وتعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو

[89] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیة ۹۲/۱۰و۹ المطبعة البهیته المصریة مصر ۳۲/ ۲۰
[90] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴
[91] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

ارادا الضلال البعید وھو الکفر۔ اخرج الامام احمد و الطبرانی وغیرھما عن ابی عامر الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ھذہ الایۃ فقال لایضرکم من ضل من الکفار اذا اھتدیتم[92] والعجب ان الرازی جنح بنفسہ الی نحو من ھذا فی قولہ تعالٰی "نار حامیۃ" قال والمعنی ان سائر النیران بالنسبۃ الیھا کانھا لیست حامیۃ وھذ القدر کاف فی التنبیہ علی قوۃ سخونتھا نعوذ باللہ منھا[93] الخ، فما للشعیر یوکل ویذم۔ **اقول:** لك ان تقول ان لظی من المجرد وتلظی من المزید و زیادۃ اللفظ تدل علی زیادۃ المعنی، کما قالوا فی الرحمن والرحیم وغیر ذلك مع فیہ من التشدید	"ضلال بولااور ضلال بعید مراد لیااور وہ کفر ہے۔ امام احمد و طبرانی وغیر ہمانے ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا (یعنی کافر لوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالٰی کے قول نار حامیۃ کی تفسیر میں انہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں جو کھایا جائے اور برا بھی کہا جائے۔ **میں کہتا ہوں** اور تمہیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیساکہ رحمٰن ورحیم وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلظی

[92] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۱۲۹/۴ ۔ ۱۰۲، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ دار الکتاب بیروت ۷/ ۱۹

[93] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الایۃ ۱۰۱/۱۱ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۷۴

لفظ المنبئی عن الشدۃ معنی کما فی قتل وقتل وقاتل وقتال مع ان باب الادعاء واسع وقصر الوصف علی اعظم من یوصف شائع قال تعالٰی فی المھاجرین "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَۚ" [94] ویمکن ان تجعل من ھذا القبیل امثال قولہ تعالٰی "اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" [95]۔ وقد حققنا المسألۃ فی خاتمۃ رسالتنا سلطنۃ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما لا مزید علیہ ھذا وکان قلب ابی عبیدۃ رکن الی ھذا الوجہ الذی ذکر القاضی الامام شیئا قلیلا ثم بدا لہ مابدا فانحجم کما حکینا لك کلامہ ستسمع منا جوابہ ان شاء اللہ تعالٰی۔ **الثانی** من وجھی القاضی "ان المراد بقولہ تعالٰی نارا تلظی النیران اجمع، ویکون المراد بقولہ تعالٰی لا یصلھا الا الاشقی ای ھذا الاشقی بہ احق، وثبوت ھذا الزیادۃ فی الاستحقاق	میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتل اور قتّل اور قاتل وقتال میں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالٰی کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَۚ" (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالٰی کے قول (بے شک وہی ہے سنتا جانتا ہے) کہ اس قبیل سے قرار دو۔ اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس میں زیادتی نہیں ہوسکتی کی ہے اور اس توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوجھی جو سوجھی تو وہ اس سے منحرف ہوگیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کرچکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالٰی۔ قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے **دوسری** یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول نارا تلظی سے مراد تمام آتشیں ہیں اور اللہ تعالٰی کے قول لا یصلھا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بدبخت ان تمام آزمائشوں کے

[94] القرآن الکریم ۵۹/ ۸

[95] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۶

غیر حاصل الا لهذا الاشقی[96] انتهى والى نحو من هذا يميل ماجزم به الزمخشرى فى الكشاف مقتصرا عليه ونقله الامام النسفى رامزا اليه من ان الاية واردة فى الموازنة بين حالتى عظيم من المشركين وعظيم من المؤمنين فاريد ان يبالغ فى صفتيهما المتناقضتين، فقيل الاشقى وجعل مختصا بالصلى كان النار لم تخلق الاله، وقيل الاتقى وجعل مختصا بالنجاة كان الجنة لم تخلق الاله[97] انتهى۔	سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بدبخت کو حاصل ہے انتہی، اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جزم کیا کشاف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اور زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اسکی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مومنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتقی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔
اقول: وهذا هو الحصر الادعائى الذى وصفنا لك ولا شك انه دائر سائر بين البلغاء يشهد بهذا من تتبع دواوين العرب وكلامهم فى المدح والهجاء ومعلوم ان الزمخشرى له يد طولى وكعب عليا فى فنون الادب وصنائع الادباء فقول الرازى انه ترك الظاهر من غير دليل[98] انتهى غير مستحسن	**میں کہتا ہوں** یہی وہ حصر ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائر وسائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح وہجو میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں

[96] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاية ۹۲/ ۱۵۔۱۶ المطبعة البهية المصرية مصر ۳۱/ ۲۰۴

[97] مدارك التنزيل التفسير الكبير تحت الاية ۹۲/ ۱۷ دار الكتاب العربی بيروت ۴/ ۳۶۳

[98] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاية ۹۲/ ۱۷ المطبعة البهية المصرية مصر ۳۱/ ۲۰۴

وای شیئ اکبر دلالۃ من الاحتیاج الی تصحیح الکلام ولیس تاویل الاشقی بالشقی اقرب الی الظاھر من ھذا الحصر من شیوعہ وکثرۃ وقوعہ نظما ونثرا وتصحیح الکلام قرینۃ کافیۃ فی امثال ھذا المقام الاتری انك اذا سمعت رجلا یقول زید ھو الکریم علمت اول وھلۃ من دون تامل ولامھلۃ ان مرادہ ان لیس کریم مثلہ لا ان لاکریم مثلہ وھذا ظاھر جدا، ھذا مایتعلق بحکم الاشقی، ولاشك ان الکلام ھھنامحتاج بظاھرہ الی تاویل او توجیہ لکن ابا عبیدۃ زاد فی الشطر نج بغلۃ ثم تتابع فی قوم من المتاخرین ینقلون کلامہ من دون تنقیح کما حکینا لك دیرنھم من کلام الامام العلامۃ السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی حملہ علی ذلك ان ظن ان ایۃ الاتقی ایضا محتاجۃ الی التاویل حیث قال و ان زعمت انہ تعالٰی نکر النار الی اخر الخ مانقلنا عنہ فلم یثبت ان اخذ الاتقی بمعنی التقی لیشمل کل مؤمن ووافقہ علی ذلك الزمخشری وغیرہ لکنھم	اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے اور اشقی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم ونثر میں بکثرت واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤگے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں اور یہ خوب ظاہر ہے تو یہ حکم اشقی سے متعلق تھا اور یہ کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابو عبیدہ نے شطرنج کے مہروں میں بغلہ (خچر) بڑھادیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے در پے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی، اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتقی وارد ہوا تاویل کی حاجتمند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا الخ تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی تقی کے لیا تاکہ آیت ہر مومن کو شامل ہوجائے اور اسی بات میں زمخشری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل

لم یوافقه علی التاویل کما سمعت وهذا کلام لایقوم علی ساق اذلیس فی قوله تعالٰی وسیجنبها الاتقی مایدل علی الحصر والقصر انما یصف الله سبحنه وتعالٰی عبدا له اتقی بانه یجنب النار و یبعد عنها لاانه لایجنب النار الاهو و رحم الله الرازی حیث تفطن لهذا فذکر فی الاشقی قولا انه بمعنی الشقی ولم یذکره فی الاتقی راسابل صرح بخلافه حیث قال"هذا لایدل علی حال غیر الاتقی الا علی سبیل المفهوم والتمسك بدلیل الخطاب[99]	میں ان لوگوں نے اس کی موافقت نہ کی جیسا کہ تو نے سنا اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالٰی کے قول وسیجنبها الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو، اللہ تعالٰی تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو، یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔اور اللہ تعالٰی علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انہوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہٰذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی انہوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔
اقول: بل ولا یتمشی علی مذهب القائلین بمفهوم الصفة ایضا فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیه سبب النزول ومقام المدح والذم مستثنی عندهم ایضا کما هو مذکور فی کتب الاصول فیا للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی	**میں کہتا ہوں** بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحت اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سبب نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح وذم بھی مستثنٰی ہے جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے انہوں نے

[99] مفاتیح الغیب(التفسیر الکبیر)تحت الایۃ ۱۷/۹۲ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

کیف تمسك ههنا بالمفهوم،مع انه لیس محله بالاتفاق واشدالعجب من القاضی الامام ابی بکر الشافعی اذ زل قلمه فمال الی افادة الحصر مع انه یخالف ائمته فی القول بالمفهوم راسا،وهکذا یرینا الله ایاته فی الافاق و فی انفسنا کیلا یغتر مغتر بدقة انظارہ ولا یسخر ساخر من عاثر فی افکارہ اذ نری کل صارم ینبو وکل جواد یکبو فعلام یزهو من یزهو و سقی الله عهد من قالوا وما ادراك من قالوا سادة کرام قادة الامة ابراهیم النخعی ومالك بن انس وغیرهما من الائمة اذ قالوا ولنعم ماقالوا کل احد ماخوذ من کلامه ومردود علیه الا صاحب هذا القبر[100] صلی الله تعالٰی علیه وسلم نسال الله الوقایة فی البدایة والنهایة،والحمدلله رب العالمین۔	کیونکر مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں،اور سخت تعجب تو قاضی امام ابوبکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے سے نہ ہنسے،اس لئے کہ ہر تلوار اچٹتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے تو گھمنڈ کرنیوالا کاہے کو گھمنڈ کرے اور اللہ تعالٰی ان کے زمانے کو سیراب کرے جنہوں نے فرمایا اور تمہیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے فرمایا سرداران بزرگ امت کے مقتدا ابراہیم۔۔۔ومالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ انہوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات قبول ہے ہم اللہ تعالٰی سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء وانتہاء میں،والحمد للہ رب العالمین۔

[100] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۸

والاٰن اٰن ان نستکمل الرد علی ابی عبیدۃ فیما فرعنہ وفیما اطمان علیہ **فاقول** وباللہ التوفیق زعم الرجل اولا ان تاویل الاشقی بالشقی ینجیہ عما فیہ اذ اٰل الکلام الی ان لایصلی النار الاکافر وھذا حق لاغبار علیہ۔	اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم ابوعبیدہ کارد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ مطمئن ہوا تمام کریں، تو **میں کہتا ہوں** اور اللہ سے ہی توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مآل یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔
قلنا نظرت الموصوف وترکت الصفۃ یقول اللہ سبحنہ وتعالٰی "لَا یَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَىۙ۝۱۵ الَّذِیْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰىؕ۝۱۶ "[101] ومعلوم ان من الکفار من لم یکذب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدۃ عمرہ لابجنانہ ولا بلسانہ وانما کفرہ ان سبق الکتاب وخذل التوفیق والعیاذ بوجہ المولی الکریم۔	ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحنہ وتعالٰی فرماتا ہے لایصلھا الاالاشقی الذی کذب وتولی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے،اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیات اور توفیق الٰہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔
اقول: و ھذا ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افنی عمرہ فی حفظہ وحمایتہ وبلغ الغایۃ القصوی	**میں کہتا ہوں** یہ ہیں ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا جنہوں نے اپنی عمر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حفاظت وحمایت میں فنا کردی اور وہ حضور صلی اللہ تعالٰی

[101] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۵۔۱۶

من مجته وولایته قد کان حبه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اخذ بمجامع قبله،حتی کا ن یفضله علی الاطفال الصغار من بنی صلبه،و لما بعث اللہ تعالٰی نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فدعا المشرکین الی التوحید،وھجم علیه الاعداء من کل شاء وبعید، قام ینا ضل عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فاعظم بر ہ ولازم نصرہ وقاسی ماقاسی من شدائد لاتحصی فی مهاجرۃ المشرکین من عشیرته الاقربین۔وھو الذی لما تما لات قریش علی المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ونفر و اعنه من یرید الاسلام انشاء قصیدۃ تدل علی عظم حبه المصطفی وشدۃ بغضه اعدائه اللیام کما روی ابن اسحق وغیرہ من الثقات ومنها ھذہ الابیات۔ اعبد مناف انکم خیر قومکم فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم تکونوا کما کانت احادیث وائل اعوذ برب الناس من کل طاعن علینا بسوء او ملح بباطل	علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی کم سن بچوں پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالٰی نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہر سمت دور دراز سے حملہ آور ہوئے ابو طالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہوگئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکون کی طرف سے کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔یہ وہ ابو طالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انہوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا ابن اسحٰق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے۔اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں: اے عبد مناف کے بیٹو ! تم اپنی قوم میں سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو، بے شک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤگے میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے

ومن کاشح یسعی لنا بعیبة	اور کینہ پرور سے جو ہم پر گھمنڈ کی کوشش کرے اور اس سے
ومن ملحق فی الدین مالم یحاول	جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔
وثور ومن ارسی ثبیر امکانه	اور کوہ ثور سے اور اس سے جس نے کوہ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا
وراق لبر فی حراء ونازل۔	اور کوہ حرامیں عبادت کے لئے چڑھنے اور اترنے والے سے۔
وبالبیت حق البیت فی بطن مکة	اور اللہ تعالٰی کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم، بیشک اللہ تعالٰی
وباللہ ان اللہ لیس بغافل	بخبر نہیں۔ اللہ کے گھر قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا	میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔
ولما نطاعن دونه ونناضل	حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور
ونسلمه حتی نصرع حوله	تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو
ونذهل عن ابناء نا والحلائل	تمہارے سپرد کریں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں
لعمری لقد کلفت وجدا باحمد	سے غافل نہ ہو جائیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلی
واجبته داب المحب المواصل	اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انہیں ایسا
فمن مثله فی الناس ای مؤمل	چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے۔
اذا قاسه الحکام عند التفاضل	جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس
حلیم رشید عاقل غیر طائش	کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو
یوالی الاهالیس عنه بغافل	کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔ حلم والے رشد والے، عقل والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف وبے قدر سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

فواللہ لولا ان اجی بسبة تجر علی اشیاخنا فی المحافل لکنا اتبعناہ علی کل حالة من الدھر جدا غیر قول التھازل فاصبح فینا احمد فی ارومة تقصر عنھا سورة المتطاول حدیث بنفسی دونہ وحمیتہ ودافعت عنہ بالذرا والکلاکل[102] ولقد کان یتبرك بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و یتوسل بہ الی اللہ تعالٰی فی الدعاء کما یدل علیہ ما روی العلماء من سنة قریش وحدیث الاستسقا[103] و قد حث الناس علی اتباعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اخبر عن امور لم تقع فصدق	تو خدا کی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے۔ تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔ تو احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبت پانے سے عاجز ہے۔ میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کردیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں او رسینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علماء نے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بے شک ابوطالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی

[102] السیرة النبویة سید احمد زینی دحلان باب وفاة عبدالمطلب المکتبة الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳، السیرة النبویة لابن ھشام شعر ابی طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۲۸۰ تا ۲۷۲

[103] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

سبحنہ وتعالٰی ظنہ ووقع کمثل اخبارہ فوقع ولقد لہ موقع عظیم فی قلب النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم حتی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما جاءہ اعرابی فقال یارسول اللہ اتیناك ومالنا صبی یغط ولا بعیر یئط وانشد ابیاتا فقام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجر رداءہ حتی صعد المنبر ورفع یدیہ الی السماء فواللہ ماردیدیہ بکریمتین حتی التقت السماء بابراقھا وجاءوا یضجون الغرق،فضحك صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وتذکر قول ابی طالب فی مدحہ حیث یقول ؎

او بیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامی عصمۃ للارامل[104]

فقال للہ در ابی طالب لوکان حیالقرت عیناہ من ینشدنا قولہ،فقال علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ یارسول اللہ

ہوا جیسا انہوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف سے ہمارے بچوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلاۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے، تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول یاد آیا جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ ؎

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے
جو یتیموں کی ٹیک اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا۔ تو حضرت علی

[104] صحیح البخاری، ابواب استسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷، دلائل النبوۃ للبیھقی باب الاستسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱

کانك ترید قوله وابیض یستسقی، وذکر ابیاتا فقال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اجل کما اخرجه البیهقی فی دلائل النبوة[105] عن سیدنا انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه فانظر الی قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم "للّٰه در ابی طالب"وقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم" لوکان حیا لقرت عیناه" وقوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من ینشد نا قوله" ولم ینقل عنه مرة انه رد علی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وکذبه فیه بل هو القائل فی تلك القصیدة مخاطبا لقریش ؎

لقد علموا ان ابننا لامکذب
لدینا ولایعنی بقول الاباطل[106]

ولذاکان اهون اهل

کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ قصیدہ ہے جسمیں انہوں نے عرض کی"وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے۔اور سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ہاں میں یہی چاہتا تھا۔ جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام کے قول"للہ در ابی طالب" (اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں،اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ ہمیں کون ابوطالب کے شعر سنائے گا۔اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابو طالب نے سرکار کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو،بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔

اور اسی وجہ سے ابوطالب پر تمام دوزخیوں

---

[105] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۴۱

[106] السیرۃ النبویۃ لسید احمد زینی دحلان باب وفاۃ عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/ ۸۳

النار عذابا کما فی الصحاح و نفعته شفاعة الشفیع المرتجی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی اخرج الی ضحضاح[107] علی خلاف من سائر الکافرین الذین لا تنفعهم شفاعة الشافعین، ویالیته لو اسلم لکان من افضل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولکن قضاء اللہ لایرد و حکمه الایعقب وللہ الحجة السامیة ولاحول ولاحوة الا باللہ العزیز الحکیم وقد فصلنا المسئلة فی بعض فتاونا واظهرنا بطلان قول من قال باسلامه واذا کان ذلك ظهر ان الحصر فی الشقی المکذب ایضا غیر مستقیم الی هذا اشار القاضی الامام حیث قال لایمکن اجراء هذه الایة علی ظاهرها، و یدل علی ذلك ثلثة اوجه۔	سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا اور شفیع مرتجی (امید گاہ عاصیاں) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے انہیں نے نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انہیں جہنم کے بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے کافروں کے بر خلاف ہے جنہیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا نہیں ٹلتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے حجت بلند اور معصیت سے پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عزوجل حکیم کے دئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاوی میں تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر شقی مکذب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں اسی طرف امام ابوبکر نے اشارہ کیا چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت کرتی ہیں۔
احدها انه یقتضی ان لایدخل النار "الا الاشقی الذی کذب وتولی" فوجب فی الکافر	ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب سے بڑا بد بخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

[107] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصه ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

الذی لم یکذب و لم یتول ان لایدخل النار الخ۔[108]	کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تولازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب و عراض سرزدنہ ہو (جیسے ابوطالب) جہنم میں نہ جائے۔
قلت وبما قررنا المقال بان لك انخساف ماقال الرازی متعقبا للامام القاضی ان کل کافر لابد و ان یکون مکذبا للنبی فی دعواہ ویکون متولیا عن النظر فی دلالۃ صدق ذلك النبی[109] الخ وظهر ایضا ان هذ التاویل الذی ارتضاہ کثیر من المتاخرین ولایسد خلۃ ولا یشفی غلۃ وعلیك بتلطیف القریحۃ۔	**میں کہتا ہوں** جس طور پر اپنے مقالہ کی تکذیب کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا جو انہوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے دعوی میں جھٹلانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے روگردانی اسے لازم ہے، اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ تاویل جسے بہت سے متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشنگی کو اکساتی بجھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو لازم پکڑو۔
وزعم **ثانیا** ان ایۃ الاتقی ایضا تفتقر الی التاویل لقرینتها فارتکب ماکان فی مندوحۃ عنه کما حققنا۔	اور **ثانیا** اسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی۔
وزعم **ثالثا** ان تاویل الاتقی بالتقی مما یفیدہ ویغنی زعما منه ان غیر التقی المذکور	اور **ثالثا** گمان کیا کہ اس کا اتقی کو تقی کی طرف مؤول کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنا بخشے گا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک

[108] مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت الایۃ ۹۲/ ۱۵۔۱۶ المطبعۃ البهیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۳

[109] مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر تحت الایۃ ۹۲/ ۱۵۔۱۶ المطبعۃ البهیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

فی الاية لايجنب النار۔ **اقول:** ولا يرد عليه ماسيظن ان اين رحمة الله تعالٰی عليه العصاة وقد اذنت نصوص قواطع ان كثيرا من الفجار والمثقلين بالاوزار والهالكين على الاصرار لا يسمعون حسيس النار بمحض رحمة العزيز الغفار و فيض شفاعة الشفيع المختار صلى الله تعالٰی عليه و سلم، اذا التقوى درجات وفنون اولها اتقاء الكفر و هذا يستوى فيه المؤمنون وقد افصح ابوعبيدة عن مراده اذقال الاتقى بمعنى التقى وهو المؤمن[110] انتهى۔ **اقول:** وبه اندفع مايترای من النقض بالصبيان والمجانين فان المراد بالتقى المؤمن والصبى ان عقل فاسلامه معقول مقبول و الجنون ان طرء فيستصحب الايمان السالف والا فينسحب عليهما حكم الفطر ة الاسلامية۔لكنى **اقول:** اولا فح ماذا تصنع بالام الداخلة على الاتقى	آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتش دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔ **میں کہتا ہوں** اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا عنقریب وہ گمان کریگا کہ پھر اللہ تعالٰی کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتاچکیں کہ بہت سے بد عمل اور گناہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتش دوزخ کی بھنک تک نہ سنیں گے اس لئے کہ تقوی کے درجات واقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے جس مومن برابر ہیں اور ابوعبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کردی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں** اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعا اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انہیں بہ حکم مسلمان جانیں گے) لیکن **میں کہتا ہوں** کہ اولا جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام

[110] مدارك التنزيل التفسير النسفى بحواله ابى عبيدة تحت الاية ۹۲/ ۱۷ دار الكتاب العربى بيروت ۴/ ۳۶۳

اذقد تقرر فی الاصول انها ان لم تکن للعهد فللاستغراق[111] ومعلوم ان من المؤمنین من یعذب ولا یجنب، ولا ینفع ارادة اللزوم بالصلی اذا الکنایة للنار دون الصلی ولقد اغرب من تفطن لبعض من هذا کالقاضی البیضاوی فحمل الکلام علی من یتقی الکفر و المعاصی اقول نعم الان یصح الاستغراق و لکن من للحصر المزعوم الذی یرتکب لاجله تاویل الاتقی، اذمن الفجار من یجنب ولا یعذب کما ذکرنا وعلی هذا یرد النقض ایضا بالصبی والمجنون۔	کے ساتھ کیا معاملہ کروگے جو اتقی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہوچکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ مومنون میں وہ ہیں جنہیں عذاب ہوگا اور وہ آتش دوزخ سے نہ بچائے گے اور یہ مفید نہیں کہ یصلی سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجنبها (اس دوزخ سے دور کیا جائیگا میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی مصدر کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے) اور جس کا ذہن ان باتوں مین سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب و غریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، تو انہوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصر مزعوم کا مدد گار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا)
واقول ثانیا اغمضنا هذا کله وترکناکم وشانکم فاذهبوا بالکلام الی ما تشتهیه انفسکم الا انکم اغفلتم الصفة ههنا ایضا غفولکم عنها	اور **ثانیاً میں کہتا ہوں** کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ بیچی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشقی (جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

[111] التوضیح والتلویح نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۳۶

فی "الۡاَشۡقَی ﴿ۙ۱۵﴾ الَّذِیۡ کَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴿ؕ۱۶﴾"[112] فان الله سبحنه وتعالٰی لم یرسل الاتقی ارسالا بل خصه "الَّذِیۡ یُؤۡتِیۡ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ﴿ۚ۱۸﴾"[113] ومعلوم ان التقی الفقیر لا مال له و انه مجنب عن النار لاشک،فان کان الکلام علی الحصر کما زعمتم فالحصر لم یستقیم بعد والا فما ذا یلجئکم الی التاویل والعدول عن ظاہر التنزیل، عن ھذا نقول ان الوجه ترك التکلف وصون اللفظین لاسیما الاتقی عن التغییر و التصرف لانعدام الحاجة فی احدی الآیتین و اندفاعها بطریق اسلم فی الاخری کما یفیده الوجهان اللذان ذکرهما القاضی الامام مع ماشاهدنا ان التاویل یراد ولا مفاد ویقاد ولا ینقاد بید انی ما یدرینی لعل الجدال یوری نارا موقدة تطلع علی الافئدة فیقوم قائل ان وجھی القاضی ایضا یعکر علیھا بشیئ فلامناص من تشدید الارکان	کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے اتقی کو مطلع نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال ستھرا ہونے کو راہ خدا میں دے اور یہ معلوم ہے کہ تقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتش دوزخ سے بے شک دور رہے گا۔ تو اگر کلام بر سبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بناء نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصا اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندفع ہوجاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھنچتی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چمکیں تو کوئی قائل کھڑا ہوجائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

[112] القرآن الکریم ۹۲/۱۵، ۱۶

[113] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۸

وتجدید الارصان علی حسب الامکان۔	کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدر امکان ضروری ہے۔
فاقول: وربی ولی الاحسان یستبعد علی الوجه الاول وصف الاتقی بانه یجنب تلك النار الکبری فان مدح اکرم القوم بانه لیس ارذل القوم ممالا یستملح۔	**تو میں کہتا ہوں** اور میرا رب ولی نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل ترین نہیں ہے اس میں کوئی ملاحت نہیں ہے۔
اقول: والمخلص الاستخدام وھو شائع فی فصیح الکلام بل عدوہ والتوریة اشرف انواع البدیع، بل منھم من قدمه فی الشرف علی الجمیع کماذکر الامام العلامة السیوطی[114] ومنه فی القران العظیم قوله تعالٰی "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۚ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾"[115]	**میں کہتا ہوں** اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلام فصیح میں شائع ہے، بلکہ علماء نے استخدام وتوریہ ف کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسام بدیع پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اسی قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی کا قول ہے "اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں"

ف: توریہ ایہام کو کہتے ہیں، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کو لیں جس کے دو معنی ہوں ایک قریب دوسرا بعید، اور معنی قریب سے بعید معنی کا توریہ کریں، اور بعید معنی مراد ہو تو معنی قریب کو مورّی بہ اور معنی بعید کو مورّی علیہ کہتے ہیں۔

[114] الاتقان فی علوم القرآن النور الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۳

[115] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۲و۱۳

المراد بالانسان ابو نا ادم علیہ السلام وبضمیر ولدہ،ومنہ قولہ تعالٰی "فَلَاتَسْتَعْجِلُوْہُ اَتٰی اَمْرُاللّٰہِ"[116]۔	آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالٰی کا قول ہے کہ "اللہ تعالٰی کا حکم آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ۔
المراد بامر اللہ بعثۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی احد الوجوہ فی تاویلہ اخرج ابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی اتی امر اللہ قال محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،والمراد بالضمیر قیام الساعۃ قالہ العلامۃ السیوطی[117] نفعنا اللہ تعالٰی بعلومہ،امین۔	اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول "اتی امر اللہ" میں امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہے،یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے ذکر کیا ہے اللہ تعالٰی ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔
اقول: فان قلت اذا اردتم بالنار اعظم النیران المخصوص باشقی الاشقیاء فما انذار سائر الناس عنہ قلت المعنی ان شاء اللہ تعالٰی ان الاشقی انما بلغ ما بلغ من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجھد البلاء بما ثابر علیہ من اللدادو	**میں کہتا ہوں** اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نار سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشقیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اسے ڈرانے کا کیا مقصد ہے،تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا اشقی کمال شقاوت اور بری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وہی کفر وعناد ہے اور ہر ناہت اور

[116] القرآن الکریم ۱۶/ ۱

[117] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۴

العناد والاصرار والاستکبار فاحذروا انتم یا ایھا الناس ان لم تنیبو االی الحق ودمتم کدوامه ان تعادلوه فی الشقاء فتلقوا اثاما کمثل اثامه فکانت الاية علی حد قوله تعالٰی "فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾"[118] فانھم انما اصابھم ما اصابھم لمثل ھذا الاعراض فماذا یؤمنکم ان مضیتم علی دابھم ان تعذبوا بعذابھم وحصل الانذار بانه تعالٰی اخبر ان ھناك عدوا اشقی من یوجد وله جزاء اسوء مایکون والناس غیر دارین انه من ھو ،ولم یذکر الله تعالٰی من صفاته الاالتکذیب و التولی، فحق ان تنقطع قلب کل مکذب وینفلق کبد کل متول خوفا وفرقا ان یکون ھو ھو فمن ھذا الوجه جاء الانذار لسائر الناس فاتقنه فانه من احسن السوانح بتوفیق الملك العلیم الفاتح جل جلاله

گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا تو اے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جمے رہو جیسا کہ وہ بڑ بدبخت جما رہا کہیں تم بدبختی میں اس کے برابر نہ جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالٰی کے قول "پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی، کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اتری وہ اسی طور کے اعراض (روگردانی) کے سبب اتری تو تمہیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جمے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگئی کہ اللہ تعالٰی نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کا ایک دشمن نہایت بدبخت ہوگا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالٰی نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور، منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر منہ موڑنے والے کا کلیجہ پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہ ہی نہ سب سے بڑا بدبخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس وجہ سے یہ تخویف سے لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک

[118] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۳

وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني ايضا لكن هنا دقيقة غامضة وهي ان امثال هذا الحصر الادعائي انما تناسب المقام اذا كان سوق الكلام لذم هذا الاشقى الملام، فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغا تضمحل دونه سائر الشقاوات فكانه لايلج النار الا هو، اما اذا سيق مساق الانذار لجميع الكفار أو قصد ذٰلك ايضًا مع قصد الذم فلعله لايستحسن حينئذ حصر العقاب في رجل واحد، تأمل فانه موضعه و العبد الضعيف لهذا يجد نفسه اركن الى الوجه الاول دون الثاني، وفيه الغنية و حصول المنية، و الحمد لله معطي الاماني، ثم لما بلغت هذا المقام رجعت العزيزي بعد ما استعرته من بعض الاعزة فرأيت المولى عبد العزيز تجاوز الله تعالٰى عنا وعنه تنبه لهٰذا الاستبعاد الذي ذكرته في الوجه الاول وجهي القاضي وحق له ان يتنبه لانه العلم في الذكاء و الفطانة، ثم اجاب عنه بجوابين:

الاول يقارب ما

اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اوہ یہ کہ ایسے حصر ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاقِ کلام اس بڑے بدبخت و قابل ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخویف کے لئے ہو یا، مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقام غور ہے اور یہ بندۂ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے اور اللہ تعالٰی کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعزہ سے عاریۃً لے کر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبدالعزیز کو (اللہ تعالٰی ہمیں اور انہیں معاف فرمائے) دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر اعلٰی حضرت نے فرمایا اور انہیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ ذکاوت وفطانت کا پہاڑ ہیں، پھر اس کے دو جواب دیے:

پہلا تو وہی جو علماء نے اختیار فرمایا یعنی

دنا التوفیق الیہ من القول بالاستخدام۔ **والثانی** ان التجنیب من تلك النار المخصوصة بالکفار ایضا لھا عرض عریض وغایة القصوی مختصة بالاتقی وسائر المومنین وان کانوا مجنبین لکن لاکمثله[119] انتھی معرّبًا۔ **اقول:** الوجه الوجه الاول وعلیه عندی المعول واما ماذکر من الوجه الثانی فلیس بشیئ عندی وان کان ھو المرضی لدیه حتی اورد الاول بصیغة التمریض وذلك لان کون التجنیب مقولا بالتشکیل مسلم فی مطلق النار التی یمکن ان یدخلھا بعض المومنین ومعنی العرض العریض فیه کما یسبق الیه ذھنی القاصر أن الذنوب مقتضاھا الأصلی الذی لو خلیت ھی وطبایعھا ماأقتضت الا ایاہ انما ھو اصابة الجزاء الذی اوعد به علیھا وھذا ظاھر جدًّا. فکل من	استخدام کا طریقہ۔ دوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگے سے دور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔ **میں کہتاہوں** وجہ تو پہلی ہے اور میرے نزدیک وہی معتمد ہے، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف، کی طرف اشارہ ہوتاہے اس لئے کہ نار سے دور رہنا اس کا کلی مشکک ہونا مطلق نار میں مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہوسکتے ہیں اور تجنیب (ناردوزخ سے دور رہنا) میں بڑی وسعت کا معنٰی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتاہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی، اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے

[119] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۹۲/ ۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

اذنب ذنباولو مرة استحق بذنبه هذا أن يؤاخذه الملك جل جلاله،ولا تقبض حسناته المكتاثرة على العزيز االمقتدراذ نفع الحسنات انما يعوداليه، فكيف يمن على الله تعالٰى بما عمله لنفع نفسه،فكيف يجعله ذريعة الى ابطال منشور الجزاء عن رأسه وقد قيل له بأفصح بيان ان كما تدين تدان[120] غاية الامران يقسم لبثه فى الدارين على مقدارلبثه فى العملين كمًا وكيفًا،فيجوز ان تسمه النار بما يعدل هذا المقدار،وقد اعتقدنانحن معشر اهل السنة و الجماعة رزقنا الله سبحٰنه وتعالٰى حظ الرحمة و الشفاعة أنه تبارك وتعالٰى له ان يؤاخذعبده كل جريرة ولو صغيرة كما ان له ان يتجاوز عن كل كبيرة، فضل وذٰلك عدل وما الله بظلامٍ للعبيد۔

ثم ان المولٰى جل وعلا بغاية عدله وضع الجزاء مشاكلًا للعمل ولذا يديم تنغيم المومن وتعذيب الكافر

ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب وقدیر کو مانع نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے بھلے کے لئے کیے ہوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیساتُو کرے گا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی مدت اقامت کو نیک وبد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبار قدر وکیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدار عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت وجماعت (اللہ ہمیں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیرہ ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافر کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو انکی نیت اور مخفی ارادے کا

---

[120] كنز العمال حديث ۴۳۰۳۲ موسسة الرساله بيروت ۱۵/ ۷۷۲

اذقد علم من نیتھما ومکنونات طویتھما أنھما عازمان علی ادامة ماھما من الکفر والایمان حتی لو دامو افی الدنیا لداموا علیه الا تری الی قوله تعالٰی "وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ" [121] ولذٰلك لما انسلخ ابو طالب عن الکفار بشراشرہ واثبت قدمیه علی تلك الملة الخبیثة نجا الدیان سبحٰنه وتعالٰی سائر بدنه من النار وسلط العذاب علی قدمیه کما فی حدیث الشیخین [122] وغیرھما فقضیة المشاکلة أن من تساوت حسناته وسیأته یساوی لبثه فی العذاب بلبثه فی دار الثواب ومن اذنب ذنبا واحدا اذیق اثامه ومن الم بسیئة ثم انقلع عنھا فجزاءہ المشاکل ان یدنی الی النار ثم یبعد عنھا لیذوق من الفزع والغم قدر ماذاق من اللذة فی اللمم ھذا حکم العدل وحکم العدل ھو الاصل لکن المولی الجواد الکریم	علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفروایمان پر قائم ودائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے "اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے "اور جب ابوطالب کفار سے تمام وکمال جدا ہوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزادینے والے رب سبحٰنہ وتعالٰی نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مسلط فرمادیا جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے تو عمل وجزا میں مشاکلت کا مقتضٰی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب چکھے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جدا رہے تو اس کی جزامشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادۂ گناہ میں لذت کے بمقدار چکھے، یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جودو کرم والے

[121] القرآن الکریم ۶/ ۲۸

[122] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصه ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸، صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعة النبی صلی اللہ علیه وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵

الذی "كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ" [123] وجعل لها السبقة على الغضب منة ونعمة تشفع اليه شفيعان رفيعان وجيهان حبيبان لايردان ولا يخيبان رحمته الكاملة العامة الشاملة وهذا النبی الكريم المبعوث من الحرم بفيض الجود والكرم صلى الله تعالٰی عليه واٰلہٖ وبارك وسلم فوعد بالطاف جميلة ورحمات جليلة فضلامن لديه من دون وجوب عليه، وحاشاه أن يجب عليه شيئ "وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ" [124] وبشر "اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ" [125] وان اللمم معفوعنا ان شاء الله تعالٰی "اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ" [126] وان الله تجاوزلنا عما همت به انفسنا مالم نعمل اونتكلم و أن من تعادلت كفتاه لم يدخل النار وان لا يهلك على الله الامارد متمرد وهذا كله تفضل وتكرم من المولی الحی جلت

مولٰی نے اپنے اوپر رحمت کولازم فرمایااور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم واحسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت وجاہت والے وپیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالٰی کی رحمتِ تمام وعام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیض جودوکرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالٰی نے جمیل مہربانیوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتاہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔اوراس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لمم (ارادۂ گناہ) پر ہمیں معافی دے دی گئ بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالٰی ان باتوں سے درگزر فرماتاہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک انکو انجام نہ دیں یاانہیں نہ بولیں اور جس کے دونوں پلّے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔اور یہ کہ اللہ تعالٰی کے یہاں صرف نہایت سرکش نرانافرمان ہی ہلاک ہوگا

---

[123] القرآن الکریم ۶/ ۱۲

[124] القرآن الکریم ۲۳/ ۸۸

[125] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

[126] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

اُلاہ وتوالت نعماؤہ ولہ الحمد کمایحب ویرضی۔ فکل من اذنب او الم ثم جنبہ المولی النار فانما جنبہ علی استحقاق منہ لجزاء ماعملہ کما قال تبارك و تعالٰی " اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ "[127] بل لا معنی للمغفرۃ الا تجاوزصاحب الحق عن استیفاء حقہ کلًا اوبعضًا فھذا تجنیب بعد تقریب وأنجاء بعد الجاء مع مافیہ ایضامن تفاوت الرتب کمالا یخفی،اما الذی بلغ من التقوٰی غایتہ القصوی حتی تنزہ عن کل مایکرہ وفنی عن الخلق وبقی بالحق و ارتفع شانہ عن اتیان عصیان ونظر بالرضی الٰی ما یبغض الرحمٰن،فھذا محال ان یکون من النارفی شیئ أو النارمنہ فی شئی لاسیما اتقی الاتقیاء وأصفی الاصفیاء	(یعنی کافر)اوریہ سب مولائے غنی کریم کا فضل وکرم ہے۔اس کی نعمتیں جلیل ہیں اوراس کے احسان پیہم ہیں،اور اسی کے لیے حمد ہے۔ جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، توہر وہ شخص جس نے گناہ کیا یاگناہ کے پاس جاکر رُک گیا پھر اللہ تعالٰی نے اسے نار سے دور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی جہت سے اس کے عمل کی جزادینے کو دور رکھا چنانچہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالٰی لوگوں کو بخشنے والا ہے انکے ظلم کے باوجود"بلکہ مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحب حق اپنے حق کو لینے سے کلی یا جزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کرکے اس سے دور رکھنا ہے اور نار کی طرف لیجا کراس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں مگر جو تقوٰی کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا، یہاں تک کہ کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دور رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہوگیا اوراس کی شان معصیت کے ارتکاب سے اور رحمٰن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہوگئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصًا وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیاء سے زیادہ

[127] القرآن الکریم ۱۳/ ۶

الذی لم یزل من الحق بعین الرضا فی جمیع احوالہ، ولم یسوء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلۃ من افعالہ، فذاک العبد ذاک العبد کلت الالسن عن شرح کمالہ وتاھت العقول فی تیہ جلالہ جالت و عالت، فبقیت تکبو ثم رجعت فسئلت فقالت ھو ھو، فغایۃ القول فیہ أنہ أولی العباد وأول المراد بقول الجواد "اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی ۙ اُولٰٓىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۙ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾"[128] ھذا معنی العرض العریض للتجنبی من مطلق النار علٰی حسب مایطیقہ البیان، ولا یتاتی مثلہ فی النار المخصوصۃ بالکفار اذ انما ھی جزاء الکفر والمؤمنون کلھم متساوون فی التباعد عنہ اذ الکفر والایمان لایزیدان ولا ینقصان و	صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشم رضا رہی، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں، پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پوچھا تو بولیں وہی وہ ہے، تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں سے اولٰی اور خدائے جواد کے قول "بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا" کی پہلی مراد ہے، مطلق نار سے دور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر وایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

[128] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱تا۱۰۳

المسئلة اجماعية والنزاع لفظی فوجب ان یتساووافی البُعد عن جزاء الکفر ایضًا.واما قوله تبارك وتعالٰی "هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ"[129] فهٰذا بالنظر الی الظاهر اذ الاٰیة فی المنافقین لقوله تعالٰی "يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۚ"[130] یعنی أنهم کانوا یتظاهرون بالایمان فیظن الجاهل بما فی السرائر انهم مؤمنون.لما کانوا یتباعدون بالسنهم عن الکفر ثم لما انخزلواعن عسکر المؤمنین وقالوا "لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ"[131] تخرق الحجاب وغلب علی الظنون انهم لیسوا بمؤمنین مع تجویز ان یکون هذا القول منهم تکاسلًا واخلادًا الی ارض الدعة.فهذامعنی القرب و البعد اوالمراد بالکفر والایمان اهلوهما

مسئلہ (کفروایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجماعی ہے اوراختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالٰی کا قول "اس دن وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو یہ باعتبار ظاہر کے ہے اسلئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا: "اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان چونکہ منافقین کفر سے دوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہوگئے اور بولے کہ "اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔" ان کا پردہ فاش ہوگیا اور گمانوں پر غالب ہوگیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنٰی ہے یا کفر وایمان سے مراد صاحبان کفر وایمان ہیں اس لئے

---

[129] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[130] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[131] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

اذتقلیلھم سوادالمومنین بالانعزال عنھم تقویۃ للمشرکین کذا قال المفسرون ھذا ماعندی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کہ منافقوں کا مسلمان کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہے مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔
وبالجملۃ فھبت نسائم التحقیق علی ان الوجہ ابقاء اللفظین علی ظاھر ھما، وانما تحتاج الی امرین لایعد شیئ منھما تکلفا ولاتغیرا۔	خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو انکے ظاہر پر رکھا جائے اور تمھیں حاجت صرف دو امر کی ہوگی اوران میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔
الاول ان تنکیر نارًا للتعظیم وھو کما تری شائع فی الکلام الفصیح قرانا وقدیما وحدیثا واخذ التلظی بمعنی اشد مایکون حملا للمطلق علی فردہ الکامل وھو ایضا منتشر مستطیر۔	**پہلی بات** یہ کہ یہاں "نارًا" نکرہ تعظیم کے لیے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن وحدیث اور قدیم وجدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تلظی (آگ کی بھڑک) مطلق کو فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنی میں لیاجائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔
والثانی الاستخدام وھو کما سمعت اعلٰی اومن اعلی انواع البدیع او ارجاع الضمیر الی نفس الموصوف مجردا عن الصفۃ وھذا لیس من التاویل فی شیئ علی ان غرضنا یتعلق بآیۃ الا تقی ولا مساغ فیہ للتاویل بتا وقطعًا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق والحمدللہ رب العالمین۔	اور دوسری بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع میں سب سے اعلٰی ہے یا منجملہ اعلٰی اقسام کے ہے یا ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقی سے ہے، اوراس میں قطعًا تاویل کی گنجائش نہیں۔ اسی طرح تحقیق چاہیے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔
اذاوعیت ھذا ودریت مافیہ	جب یہ بات ثابت ہو گئی اور تم نے اس کے

وألقيت السمع وانت نبيه هان عليك الجواب عن هٰذه الشبهة الاولى بوجوه۔	مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو تمہیں اس پہلے شبہہ کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے:
الاول ظاهر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورة واين الضرورة۔	**پہلی وجہ** یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں۔
الثانی ماما لوا اليه لم يزدد الا قدحًا فوجب ان نضرب عنه صفحًا، وابوعبيدة فيما عانٰى لا أصاب ولا أغنٰى فكيف نترك ظاهر قول الله سبحٰنه وتعالٰى بقول رجل لم يكن معصومًا ولا صحابيًا ولا تابعيًا ولا سنّيا ولا مصيبًا في ماطلب ولا مجديا في ما اليه هرب۔	**دوسری وجہ** یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھیریں، اور ابو عبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالٰی کے قول کے ظاہری معنٰی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سنی، نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا، نہ اپنے مفَر میں نفع بخش۔
ايها الناس اني سائلكم عن شيئ فهل انتم مخبرون أرأيتم لو ان الاٰية وردت بلفظ التقى وفسره بالاتقى ابوعبيدة اللغوى فتعلقناه بقوله وندبناكم الى قبوله ماذا كنتم فاعلين لكن الانصاف شيئ عزيز ولايؤتى الا ذا حظ عظيم۔	اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے، لیکن انصاف کمیاب شیئ ہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔
الثالث سلمنا كونه في الاٰية وجهًا وجيهًا لكن هو الوجه فيها بل وجهنا هو الأوضح والأجلى	**تیسری وجہ** یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجیہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

ولاتنافی بین نجاۃ التقی ونجاۃ الاتقی والقرآن محتج به علی کل تاویل واحد الوجهین یوجب التفضیل و الوجه الاٰخر لاینافیه فوجب القبول والقول بمافیه۔	روشن ہے تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے،اور دو وجہوں میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کی منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ضروری ہے۔
ولذلك تری علمائنا رحمهم الله تعالٰی لم یزالوا محتجین بالاٰیة الکریمة علی تفضیل العتیق الصدیق رضی الله تعالٰی عنه وهم ادری منا ومنکم بما قاله أبو عبیدة وغیره ثم هذالم یقعدهم عن سلوك تلك المسالك ولم ینکر علیهم احد ذٰلك فثبت ان مقصودنا بحمدالله حاصل ومزعومکم بحول الله باطل،والحمدلله رب العٰلمین ایاه نرجو وبه نستعین۔	اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابوعبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے اس مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا اب ثابت ہوگیا کہ ہمارا مقصد بحمداللہ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔
الشبهة الثانیة: مانقله المولی الفاضل استاذ استاذی عبدالعزیز بن ولی الله الدهلوی سامحنا الله وایهما بلطفه الخفی وفضله الوفی فی تفسیر فتح العزیز بعد ماذکر استدلال اهل السنة والجماعة بالاٰیة الکریمة علی الطریق المشهور بین علماء الدهور.قال وقالت اهل التفضیل ان الاتقی محمول علی التقی منسلخ عن معنی التفضیل اذلولاه لشمل باطلاقه النبی صلی الله تعالٰی	**دوسرا شبہہ:** وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولا فاضل عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالٰی ہمیں اور انہیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت وجماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا، انہوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنی تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے

علیه وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقی منه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو باطل قطعًا بالاجماع فقال واجاب اهل السنة والجماعة ان حمل الاتقی علی التقی یخالف اللسان العربی والقراٰن انما نزل بها فحمله علی مالیس منها غیر سدید، وما ذکروا من الضرورة مندفع بان الکلام فی سائر الناس دون الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام لما علم من الشریعة ان الانبیاء اعلی کرامة واشرف مکانة عندالله تبارك و تعالٰی فلایقاسون بسائر الناس ولا یقاس سائر الناس بهم فعرف الشرع حین جریان الکلام فی مقام التفاضل وتفاوت الدرجة یخص امثال هذا اللفظ بالامة والتخصیص العرفی اقوی من التخصیص الذکری کقول القائل خبز القمح احسن خبز لن یفهم منه تفضیله علٰی خبز اللوز لأن استعماله غیر متعارف وهو خارج عن المبحث اذ الکلام انما انتظم الحبوب دون الفواکه[132] هذا کلامه فی التفسیر الفارسی اوردناه نقلًا بالمعنٰی۔

سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئیگا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتقی ہوں اور یہ قطعًا اجماعی طور پر باطل ہے، شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنت والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے اور انکا مرتبہ سب پر بلند ہے تو انہیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائینگے، تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو امت کے ساتھ خاص کردیتا ہے اور تخصیص عرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت بادام کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لیے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میووں کو۔ یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

[132] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۹۲/ ۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پ عم ص ۳۰۴

اقول: وباللہ التوفیق اما ماذکر من ان ھذا یخالف اللسان العربیۃ فممنوع ومدفوع، الا تری الی قولہ تعالٰی "ھُوَ الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ وَ ھُوَ اَھۡوَنُ عَلَیۡہِ" [133] ۔ ولیس شیئ اھون علی اللہ تعالٰی من شیئ والمعنی فی نظر کم علی احد تاویلات فی عسٰی ولعل الواردین فی القران، والی قولہ تعالٰی "اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ یَوۡمَئِذٍ خَیۡرٌ مُّسۡتَقَرًّا وَّ اَحۡسَنُ مَقِیۡلًا ﴿۲۴﴾" [134] ولا خیر للغیر ولا احسن لأھل الضیر اولأیۃ جاریۃ علی سبیل التھکم بھم کما قال المفسرون لکن الأمر أن	**میں کہتا ہوں** اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (اتقی بمعنی تقی ہونا) ممنوع ومدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا قول "اور وہی ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے" حالانکہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالٰی کو ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہیے اور یہ عسٰی ولعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بناپر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا یہ قول "جنت والوں کا اس دن (سب سے عـــہ) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ" حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے

عـــہ: آیت کا ترجمہ ہم نے "کنزالایمان" سے نقل کیا ہے اور بریکٹ میں دوجگہ لفظ "سب سے" بڑھادیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر واحسن کا اسم تفضیل کے لحاظ سے اصل ترجمہ اس طرح ہونا چاہیے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح وہ ہے جو اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے کیا، اور اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر واحسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ ازہری غفرلہ

[133] القرآن الکریم ۳۰/ ۲۷

[134] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۴

الافعل حقیقته فی التفضیل ولا یسار الی الانسلاخ عنه الا لضرورة دعت بقرینة قامت کما فی الاٰیتین اللتین تلونا وحیث لاضرورة ولا قرینة کما نحن فیه لانقول به والمصیر الیه اشبه بالتحریف منه بالتفسیر کما قد حققنا وهذا القدر یکفی للرد علیهم، واما ماذکر من حدیث التخصیص عرفا فجری منه علی تسلیم ماادعی الخصم من أن اللفظ بصیغته یشمل الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وان بغیت الحق المرصوص فلا شمول ولا خصوص لأن الا تقٰی ان عم عم افراده وهم المفضلون المرجحون دون المرجوحین المفضل علیهم۔	کوئی اچھائی نہیں، یا آیت کفار سے استہزاء کے طور پر جاری ہے، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسم تفضیل کا معنٰی حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ بہ سبب قرینہ قائمہ نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کریں گے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کیا اور اس قدر انکے رد کے لئے کافی ہے، اور رہی وہ تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو مدعی کا وہ دعوی کہ لفظ اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر جاری ہوئی اور اگر تم حق محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے اس لئے کہ اتقی اسم تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام وشامل ہے۔ اور اس کے افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت وترجیح دی گئی ہے نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔
وسر المقام بتوفیق الملك العلام ان الافضل لابد له من مفضل علیه والمضل علیه یذکر صریحا اذا استعمل مضافا او بمن اما اذا استعمل باللام فلا یورد فی الکلام	اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضل علیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے،

ولكن اللام تشير اليه على سبيل العهد فى ضمن الاشارة الى المفضل لان ذات ماله الفضل كما هو مفاد لفظ افعل بلا لام لاتتعين الا وقد تتعين المفضل عليه فعهدها يستلزم عهده واذلم يكن هناك عهد فى اللفظ فالمصير الى العهد الحكمى وقد عهد فى الشرع المطهر تفضيل بعض الامة علٰى بعض لاتفضيلهم على الانبياء الكرام فلا يقصده المتكلم ولا يفهمه السامع فلم يدخلوا حتى يخرجوا، تأمل، انه دقيق، وقد كنت أظن هكذا من تلقاء نظرى الى ان رايت علماء النحو صرحوا بما ابدى فكرى ولله الحمد۔	لیکن جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیاجاتا لیکن لام تعریف بر سبیل عہد مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغہ افعل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحۃً موجود نہیں تو آل کار حکمًا تعیین ماننا ہے اور شرع مطہر میں بعض امتیوں کی تفضیل دوسرے امتیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنی سمجھتا ہے، اب انبیائے کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنٰی کئے جائیں، اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجہ فکر کے مطابق دیکھی وللہ الحمد۔
قال المولى السامى نور الملة والدين الجامى قدس الله تعالٰى سره وضعه لتفضيل الشيئ على غيره فلا بد فيه من ذكر الغير الذى هو المفضل عليه وذكره مع من و الاضافة ظاهر، واما مع	حضرت بلند مرتبت نور الملۃ والدین جامی قدس اللہ تعالٰی سرہٗ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شَے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہٰذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری ہے اور مِن اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہرًا مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام

اللام فهو فی حکم المذکور ظاهرًا لانه یشار باللام الی معین بتعیین المفضل علیه مذکور قبل لفظًا او حکمًا کما اذطلب شخص افضل من زید، قلت عمر و الأفضل ای الشخص الذی قلنا انه افضل من زید، فعلی هذا لاتکون اللام فی افعل التفضیل الا للعهد انتهٰی۔ **قلت** وتنقیح المرام بتحقیق المقام یستدعی بسطا نحن فی غنی عنه **(لطیفتان)** بمثل ماصرّح المولی الجامی[135] صرح الرضی الاستر آبادی الذی لم تکن فی مصره عمارة عصره الابنحوه لکنا لم ناثر عنه لان علی قلبه آفة لاحد لها فهم من فهم هذا ثم ان المولی الفاضل نقل فی التفسیر جوابًا آخر عن بعض الاجلة الاکابر ولعله یرید به اباه وهو أن الاتقی ھٰهنا	تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بناء پر صیغہ افعل التفضیل میں لام عہد (تعیین) ہی کے لئے ہوگا **انتہی**۔ **قلت** (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (دو لطیفے) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی، ایسی ہی تصریح رضی استر آبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نہج ونحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے، اس کو سمجھا جو سمجھا، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتقی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقویٰ میں اپنے

[135] شرح الجامی الاسماء والوافقها بحث اسم التفضیل مطبع مصطفائی لکھنؤ ص ۲۷۷

علٰی معناہ اعنی من فضل فی التقوی علٰی کل من عداہ نبیا کان او غیرہ الا انہ یختص بالاحیاء الموجودین فالصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یوصف بہ فی اٰخر عمرہ حین خلافتہ بعدارتحال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسیدنا عیسٰی علٰی نبینا علیہ الصلٰوۃ و السلام لما کان مرفوعا الی السماء لم یبق فی حکم الاحیاء.ولا یجب للتقی ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات وبالنسبۃ الٰی کل احد من الاحیاء والاموات والالم یوجد لہ فی العٰلمین مصداق اذلایتصور التقوی فی زمن الصبا وکل منصب محمود شرعًا فالعبرۃ فیہ باٰخر العمر کالعدل والصلاح والغوثیۃ و القطبیۃ و الولایۃ والنبوۃ ولھذا یدعی بھٰذہ الاوصاف من تشرف بھا فی اواخر عمرہ وان لم یکن لہ ذٰلك من بدو امرہ.فالاتقی من فضل بالتقوی من سائر الموجودین فی آخر عمرہ الذی ھو وقت اعتبار الاعمال وبہ یثبت المدعی بلا تکلف ولا تاویل[136] اھ بالتعریف وقد ارتضاہ المولی الفاضل جانحا الیہ وساکتا علیہ۔	ماسوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ جب آسمان پر اٹھالئے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احیاء و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعًا محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت وقطبیت ولایت ونبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقویٰ میں سب سے افضل ہو، اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعوی بے تکلف وتاویل ثابت ہوجاتا ہے، عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اس کی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

[136] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی، پارہ عم ص ۳۰۴-۳۰۵

اقول: وان جعل الله الفطانة بمرأى العين من قلب وكيع اتقن وأيقن ان هذا لايزيد على تلميع هب ان حديث"العبرة بالخواتيم"[137] حق واجب التسليم لكن اليس العقل السليم شهيدًا بانه اذا ذكر أحد من الاحياء الموجودين بنعت من النعوت لايفهم منه الا اتصافه فى الحال لانه يصير هكذا بالمآل والتبادر دليل الحقيقة والافتياق الى قرينة تصرف الافهام، و تظهرالمرام و امارة المجاز فماذا يحوجنا اليه مع استقامة الحقيقة من دون تكلف ولا تاويل، اما على طريقتنا فالامر أبين واجلى، واما على طريقة الشيخ العزيز عبد العزيز فلان امثال تلك التخصيصات تكون مرتكزة فى الاذهان من دون حاجة الى البيان، وليس دلالة هذا التلويح أدون من ارشاد التصريح ولهذا لا ينزل العام عن درجة القطعية كما فى الكتب الاصولية واعجب من هذا عده تكلفا وتاويلا مع شيوعه فى

اقول: (میں کہتاہوں) اوراگر اللہ تعالٰی ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ محکم یقین کرلے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لو کہ حدیث کاارشاد ہے "خاتمہ کااعتبار ہے" حق واجب التسلیم ہے لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کا فی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہوجائے گا، اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنٰی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف وبغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر، تو معاملہ خوب ظاہر وباہر ہے،
اور شیخ عبدالعزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی اس لئے ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرتکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم رتبہ نہیں، اوراسی لئے عام درجہ قطعیت (تیقن) سے نہیں گرتا، جیساکہ اصول فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اوراس سے عجیب تریہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

[137] صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸، کنزالعمال حدیث ۵۹۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۲۵

النصوص حدیثا وتنزیلا فلو کان من باب التکلف فما اکثر التکلف فی افصح الکلام وکلام من ھو افصح الانام علیه افضل الصلوٰۃ واکمل السلام، واغرب من ھذا زعم طریقته بریئة من التکلف مع انھا تحتاج الی ماھو ابرد وابعد فان الصدیق رضی الله تعالٰی عنه لم یکن بالحقیقة أتقی لالموجودین فی حین من الاحیان لحیات سیدنا عیسٰی علیه الصلوۃ والسلام علی أرجح الاقوال وزعم التحاقه بالاموات لارتفاعه الی السمٰوٰت کلمة ھو قائلھا ما علیھا دلیل ولا برھان، وان سلم فاین انت من سیدنا الخضر علیه السلام مع أن المعتمد المختار نبوته وحیاته[138] فان قلت انه مختف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات کان عذرًا أفسد من الاول فافھم علی أنا قد اثبتنا اطلاق السفة علی من سیکون کذا تجوز ولا تجوز الابقرینة ولا قرینة الاتخصیص الانبیاء	عرفی کو تکلف وتاویل میں شمار کیا باجودیکہ یہ قرآن وحدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا۔ اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بارد تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین سے حقیقۃً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ راجح مذہب پر سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل وبرہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کرلیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتمد ومختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جدا ہیں اس بنا پر اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم سمجھ لو، علاوہ ازیں ہم ثابت کرچکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجاز ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو

[138] شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانیه حیدرآباد دکن ۳۱۱/۲

شرعًافبأتكائه حمل الكلام على الحقيقة اولى ام المصير الى التجوز معتمدًاعلى تلك القرينة نفسها، وقدبقى بعد خبايافى زوايالانذكرها مخافة للطويل فحق الجواب والحق فى الجواب ماذكر العبدالذليل وولى التوفيق ربى الجليل۔

ثم اقول: وهناك نكتة اخرى أحق واحرى بقبول النهٰى لم ارمن تنبه لها وهى ان افعل التفضيل لا محيد له من مفضل عليه فالمحلى منه باللام اما ان يكون مفادہ التفضيل على جميع من عهد التفاضل فيما بينهم فى امثال هذا المقام كالحبوب فى قولنا خبزالبرهوالاحسن والاكثرفيما نحن فيه،او على بعضهم دون بعض اولا ولا بل احتمالاعلى الاول حصل المقصود والثانى باطل بالبداهة الاترى الى قوله تعالٰى "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۙ"[139] وقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى دعائه دبر الصلوة اسمع و

حقیقت پر محمول کرنا اولٰی ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھیرنا انسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنہیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندہ ناتواں نے اپنے رب جلیل کی توفیق واعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ افعل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناج کی قسموں میں ہمارے جملہ "گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کررہے ہیں، یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری، بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر پر بداہۃً باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے قول "اپنے رب اعلٰی کی پاکی بولو

[139] القرآن الکریم ۸۷/۱

استجب اللہ اکبر والاکبر علی روایۃ الرفع. اخرجہ ابوداود. والنسائی وابن السنی وقول ابن امسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ [140] بین الصفاء والمروۃ "رب اغفر و ارحم انك انت الاعزالاکرم. رواہ ابن ابی شبیۃ [141] بل ای قول کل مصل فی سجودہ سبحٰن ربی الاعلٰی"

وعلی الثالث کانت الآیۃ مجملۃ فی حق المفضل علیھم والمجمل ان لم یبین عد من المتشابھات ولم یعد ھا أحد منھا لکنا بحمد اللہ وجدنا البیان من صاحب البیان علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام. اخرج الامام ابو عمر بن عبدالبر من حدیث مجالد عن شعبی قال سألت ابن عباس او سئل ای الناس اول اسلامًا قال اما سمعت قول حسان بن ثابت۔

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "اے رب! دعا سن لے اور قبول فرما، اللہ اکبر، اللہ اکبر" کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابوداود، نسائی اور ابن السنی نے، اور صفاومرہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول "اے رب بخش دے اور مہر فرما بیشک توہی عزت والا اکرم والا ہے" کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان ربی الاعلٰی" کو نہیں دیکھتے

اور تیسری تقدیر پر ہر آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمد اللہ اس آیت کا بیان صاحب بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام ابو عمر ابن عبداللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انہوں نے شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے:

[140] سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۱، عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۲

[141] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۴

اذا تذکرت شجوًا من اخی ثقة فاذکر اخاك ابابکر بما فعلا خیر البریة اتقاها واعدلها بعد النبی واوفاها بما حملا والثانی التالی المحمود مشهده واول الناس منهم صدق الرسلا انتہی[142]	(ترجمہ اشعار) "جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابو بکر کو انکے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقوٰی اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سفر ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی" (صلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد وسلم)
انبانا عبدالرحمن عن ابن عبداللہ المکی عن عابد الزبیدی المدنی عن الفلانی عن ابن السنة عن الشریف عن ابن ارکماش عن ابن حجر العسقلانی عن الکمال ابی العباس أنا ابو محمد عبداللہ بن الحسین بن محمد بن ابی التائب عن محمد بن ابی بکر البلخی عن الحافظ السلفی عن ابی عمران موسٰی بن ابی تلمید عن الامام ابی عمر یوسف بن عبدالبر، قال فی الاستیعاب یروٰی أن رسول اللہ	ہمیں خبر دی عبدالرحمٰن نے انھوں نے روایت کی ابن عبد اللہ مکی سے انہوں نے روایت کی عابد زبیدی مدنی سے انہوں نے روایت کی فلانی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنۃ سے وہ روایت کرتے ہیں شریف سے وہ روایت کرتے ہیں ابن ارکماش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ راوی ہیں کمال ابو العباس سے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو محمد عبداللہ بن حسین بن محمد بن ابی التائب نے محمد بن ابی بکر بلخی سے وہ راوی ہیں حافظ سلفی سے وہ راوی ہیں ابو عمران موسٰی بن ابی تلمید سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر سے، ابن عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا کہ

[142] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب حرف العین ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لحسان "ھل قلت فی ابو بکر شیئا؟ قال نعم، وانشد ھذہ الابیات وفیھا بیت رابع وھی:ـ" والثانی اثنین فی الغار النیف وقد طاف العدو بہ اذصعد والجبلا۔ فسر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذٰلک فقال احسنت یاحسّان[143] وقد روی فیھا بیت خامس:ـ وکان حب رسول اللہ قد علموا خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا[144] انتھٰی۔ **قلت** ویروی بدلہ ع من الخلائق لم یعدل بہ بدلا[145] وحدیث ابن عباس رواہ	روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی۔ اور حضرت حسان نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ یہ ہے: (ترجمہ) "غار شریف میں وہ دوسری جان درانحالیکہ دشمن اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن (صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) پہاڑ پر چڑھے تھے۔" تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اے حسان! تم نے اچھا کیا۔ اور ان میں پانچواں شعر بھی مروی ہوا: (ترجمہ) "(شہرت، چمک یا حرارت محبت میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب لوگوں نے انہیں جانا، تمام مخلوق سے بہتر، جس کے برابر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کو نہ رکھا۔" **قلت** (میں کہتا ہوں) مصرعہ ثانی کے بجائے یوں بھی مروی: (ترجمہ "مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا۔") اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

143 الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

144 الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

145 المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴

الطبرانی ایضًا فی المعجم الکبیر[146] وعبداللہ بن احمد فی زوائد الزھد، واما الحدیث المرفوع اعنی بہ استماع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشعارہ وتحسینہ علیہا فاصلہ مروی ایضا عند الحاکم من حدیث غالب بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن[147] ابی حبیب وعند ابی سعد فی الطبقات وعند الطبرانی عن الزھری ورواہ الحاکم ایضا من حدیث مجالد عن الشعبی من قولہ کمثل حدیث[148] ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما والاصولی یعرف ان الموقوف فی مثل ھذا کالمرفوع اذ المجمل لا یبین بالرأی ولھذا ان لم یبین وانقطع عــــہ نزول القراٰن عاد متشابھا، ثم ان	روایت کیا معجم کبیر میں، اور عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں۔ رہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت حسان کے اشعار کو سن کرانہیں سراہنا تو اس کی اصل بھی مستدرک حاکم میں غالب بن عبداللہ کی حدیث میں بطریق غالب بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ سے سنی انہوں نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اور نیز حاکم نے مجالد کی حدیث میں بروایت شعبی انکا قول حدیث ابن عباس رضی اللہ کے بلفظہٖ مشابہ روایت کیا، اور اصولی جانتا ہے کہ ایسی جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے، اس لئے کہ مجمل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہٰذا اگر شارع نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہوگیا

عــــہ: یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲منہ۔

[146] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۶۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۸۹

[147] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴ و ۸۷، کنز العمال حدیث ۳۵۶۷۳ و ۳۵۶۸۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵۲۳ و ۵۱۳، الدر المنثور بحوالہ ابن عدی وابن عساکر مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۲۴۱

[148] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴

البیان یلتحق بالمبین اذ لا یفید الا رفع التشکیك وتعیین احد المحتملات فکان حکمه کحکم القرینة والمفاد انما ینسب الی الکلام کما اوضحته الاصول فثبت بالاٰیة تفضیله رضی الله تعالٰی عنه علی کل من عداہ فی التقوٰی والحمدلله علٰی ماأولٰی۔	تو مجمل متشابہ ہو جائے گا، پھر بیان مبین (مجمل) سے ملحق ہوگا اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک دور کرے اور محتمل معانی میں سے کوئی ایک معین کردے تو بیان کا حکم وہی ہے جو قرینہ کا ہے اور کلام کا مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اصول فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے صدیق اکبر کی فضیلت تقوٰی میں ہر امتی پر ثابت ہوگئی اور اللہ تعالٰی کیلئے اس کی نعمتوں پر حمد ہے۔
اقول: واخذ الافعل بمعنی کثیر الفعل فطام له عما یحتاج الیه فی اصل وضعه اعنی المفضل علیه فیکون صرفا عن المعنی الحقیقی المتبادر فلا بدمنه قرینة واین القرینة ولتکن حاجة وماذاالحاجة، نعم هذا مفاد صیغة المبالغة وشتان مهما فلیتنبه لهذا والله تعالٰی الموفق۔	**میں کہتا ہوں** اور افعل کو بمعنی کثیر الفعل لینا اس کو اس شَے سے الگ رکھنا ہے جس وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے یعنی مفضل علیہ تو یہ معنی حقیقی متبادر سے پھیرنا ہوگا اب تو قرینہ ضروری ہے اور قرینہ کہاں، اور اس کے لئے حاجت بھی چاہیے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفاد ہے اور اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق ہے۔
الشبهة الثالثة: وهی تتعلق بالکبری من قیاس اهل السنة والجماعة ان المحمول فی قوله تعالٰی " اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ "[149] هو الاتقی فکان حاصل المقدمتین ان	**تیسرا شبہہ:** اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبرٰی کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول " اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ " میں محمول الاتقی ہے۔ تو دونوں مقدموں کا حاصل یہ ہے ہوا کہ صدیق اتقٰی ہیں اور

[149] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

الصدیق اتقی وکل اکرم اتقی وھذا لیس من الشکل الاول فی شیئ ولا ثانیًا ایضًا لعدم الاختلاف فی الکیف وان عکستم الکبرٰی جاء ت جزئیۃ لاتصلح لکبرویۃ الشکل الاول فمفاد الاٰیتین لایضرنا ولا ینفعکم ومن الشبھۃ ھی اللتی بلغنی عن بعض المفضلۃ عرضھا علٰی بعض المتکلمین منا۔

ہر اکرم اتقی ہے،اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے،اور اگر کبرٰی کا عکس کردیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اول کے کبرٰی بننے کے لائق نہیں،تو دونوں آیتوں کا مفاد ہمیں مضر نہیں اور تمہیں مفید نہیں،اور یہ وہی شُبہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

وانا اقول: وباللہ التوفیق ما استخفہ تشکیکا و اضعفہ دخلًا رکیکًا غلط ساقط باطل عاطل لا یستحق الجواب ولکن اذا قیل وسئل فلا بدمن ابانۃ الصواب فاعلم ان اللطیف الخفی وفقنی لازھاق ھذا التلبیس الفلسفی باثنی عشر وجھا امھاتھا ثلثۃ وجوہ کل منھا یکفی ویشفی۔

اور **میں کہتاہوں** اور توفیق اللہ ہی سے ہے،یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل وعاطل ہے جواب کا مستحق نہیں،لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے،اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ کی اصل تین وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی وشافی ہے۔

الاول لو کان لھذا القائل علم بمحاورات القراٰن او الحدیث اوبماروی العلماء فی شان النزول او التفسیر المرفوع الی جناب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکلمات العلماء والائمۃ الفحول او رزق حظا من فھم الخطاب ودرک المفادو

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن وحدیث کے محاورات یا شان نزول میں علماء کی روایات جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ومرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظم قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

تنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلم ان حمل الاکرم هو المعتبروصدرالکلام بتصدیر الخبر و ذٰلك لوجوه اوقفنی الله تعالٰی علیها بمنه وعمیم کرمه۔	کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعوی چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک وتعالٰی نے مجھے اپنے احسان اور لطف عام سے مطلع کیا۔
فاقول اولًا: کانت الجاهلیة تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب هو الا فضل فجاء ت کلمة الاسلام برد کلمة الجاهلیة" اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ "[150] فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لافی صفته وهذا کما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمة فقال قائل الحامض الذ فنقول رداعلیه الابل الذها احلاها فانما ترید ان الاحلی هو الالذ والوجه ان الاتقی فی الاٰیة کالاحلی فی قولك هذه مراٰة لملاحظة الذات والاکرم حکم علیه کالالذ وانما الخبر ماحکم به	**فاقول:** (میں کہتاہوں) **اولًا** اہل جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رد کرتاہوا آیا " اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ " (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والاوہ ہے جو سب سے بڑاپرہیزگار ہے) تونزاع تواس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والاپوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے ؟ توکوئی کہے کہ الذّھا احلاھا (کھٹاسب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کے کو تم یوں کہو: نہیں بلکہ الذھا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) توہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھاسب سے زیادہ مزیدار ہے،اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقی تمارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اوراکرم

[150] القرآن الکریم ۴۹ /۱۳

لاماحکم علیه ولقد دری من له قلیل ممارسة بکلام العرب ان الذهن اول ماتلقی الیه امثال هذا الکلام لایسبق الا الی ان المراد مدح الاتقیاء والترغیب فی التقوی والوعد الجمیل بان من یتق یکن کریمًا علینا عظیمًا لدینا وهٰکذا فهم المفسرون فهذا الزمخشری النکتة فی الادب الشامة فی معرفة کلام العرب یقول فی تفسیره "المعنی ان الحکمة التی من اجلها رتبکم علی شعوب وقبائل هی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلایعتزی الی غیر اٰبائه،لاان تتفاخروا بالاٰباء والاجداد وتدعوا التفاوت و التفاضل فی الانساب،ثم بین الخصلة التی بها یفضل الانسان غیره ویکتسب الشرف والکرم عنداللّٰه تعالٰی فقال ان اکرمکم عنداللّٰه اتقاکم "وقرئ ان بالفتح کانه قیل لایتفاخر بالانساب فقیل لان اکرمکم عند اللّٰه اتقاکم لا انسبکم الخ[151] وبمثله قال الامام

محکوم علیہ ہے جیسے الذ۔اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقوٰی کی رغبت دلاتا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقوٰی اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تِل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمھاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔تو اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء واجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوی کرو پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا ان اکرمکم عنداللّٰه اتقاکم اور ایک قراءت ان فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسبت پر فخر کیوں نہ کیا جائے،تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ

[151] الکشاف تحت الآیة ۴۹/ ۱۳ دار الکتب العربی بیروت ۴/ ۳۷۵

النسفی فی المدارک[152]۔ **واقول ثانیًا** القراٰن انما نزل لبیان الاحکام التی لا یطلع علیھا الا اطلاع اللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی کالنجاۃ و الھلاك والکرامۃ والھوان والردوالقبول والغضب و الرضوان لالبیان الامور الحسیۃ وکون الرجل تقیا او فاجرا مما یدرك بالحس ففی جعل الاکرم موضوعًا کقلب الموضوع ولقد کان ھذا الوجہ من اول ماسبق الیہ فکری حین استماع الشبھۃ ثم فی اثناء تحریر الرسالۃ لما راجعت مفاتیح الغیب رأیت الفاضل المدقق تنبہ للشبھۃ ودندن فی الجواب حول ما او مانا الیہ حیث یقول"فان قیل الاٰیۃ دلت علی ان کل من کان اکرم کان اتقی"وذٰلك لایقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم .قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاھد	اوراسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔ **اقول ثانیًا:** قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کے اطلاع کئے بغیر نہیں ہوسکتا جیسے کہ نجات وہلاکت، عزت وذلت اور مردودومقبول ہونا اور غضب ورضائے الٰہی، یہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اترا اورآدمی کا پرہیزگار یامددگار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتاہے تواکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہ کو سن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب "دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا، اتقٰی (بڑا پرہیزگار) ہوگا،اوریہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑاعزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصف معلوم ومحسوس ہے

[152] مدارك التنزیل(تفسیر النسفی)تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱۷۳/۴

ووصف کونہ افضل غیر معلوم ولامشاھد والاخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھوالطریق الحسن،اما عکسہ فغیر مفید،فتقدیر الاٰیۃ کانہ وقعت الشبھۃ فی ان الاکرم عنداللہ من ھو؟ فقیل ھو الاتقٰی، واذا کان کذٰلک کان التقدیر اتقٰکم اکرمکم عند اللہ انتھی۔[153]	اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس، تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے، اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقٰکم اکرمکم عنداللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)
قلت ولعلك لایخفی علیك مابین التقدیرین من الفرق وما بین ھذا الوجه و وجوھنا الباقیة من التفاوت العظیم "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ"[154] و لحمد للہ رب العٰلمین۔	**قلت** (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔
ثم اقول علٰی ان یزعجك الوھم الصؤل فیلجئك ان تقوم تقول الیس التقویٰ من افعال القلوب، قال اللہ سبحٰنہ و	**ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم بے چین کرے پھر تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقویٰ افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا ارشاد

[153] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱۷ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۲۸/ ۱۳۵

[154] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

تعالٰی "اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ"[155] وقال تعالٰی "وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ"[156] وقال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم "التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، یشیرالی صدرہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔ "اخرجہ مسلم[157] وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وعنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم "لکل شیئ معدن ومعدن التقوٰی قلوب العارفین" اخرجہ الطبرانی[158] عن ابن عمروالبیھقی عن الفاروق اکبر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما، فکیف قلتم انہا من المحسوسات۔ **قلت** بلٰی ان التقوٰی مقامہا القلب وعن ھذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقی الامۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفہا باللّٰہ تعالٰی	ہے: "یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔" اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: "ہر شے کے لئے کان ہے اور تقوٰی کی کان اولیاء کے دل ہیں۔" اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقوٰی محسوسات سے ہے۔ **قلت** (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بے شک تقوٰی کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

[155] القرآن الکریم ۴۹/ ۳

[156] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[157] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[158] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۳

لکن القلب امیر الجوارح فاذا استولی علیہ سلطان شیئ اذعنت لہ الجوارح طرًا ولعمت علیھا آثارہ جھرًا وھذا مشاھد فی الحیاء والحزن والفرح و الغضب وغیرذٰلك من صفات القلب قال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب"اخرجہ الشیخان[159] عن نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ،وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم"اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوالہ بالایمان"اخرجہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان والحاکم والبیھقی[160] عن ابی سعید	لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے،توجب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہوجاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اورحیاء وغم،خوشی وغضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھر جاتا ہے اورجب وہ بگڑتا ہے تو پورا جسم بگڑجاتا ہے،سنتے ہو وہ قلب ہے۔"اس حدیث کو بخاری ومسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیااور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤتواس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔"اس حدیث کو امام احمد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،ابن خزیمہ،ابن حبان، حاکم وبیہقی نے ابوسعید

[159] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبراء لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳،صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبہات قدیمی کتب خانہ ۲/ ۲۸

[160] جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۹/ ۱۸امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۵،سنن ابن ماجۃ کتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۵۸،مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۸،المستدرك للحاکم کتاب الصلوٰۃ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۲،السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۳/ ۶۶،موارد الظمان الی زوائد الظمان باب الجلوس فی المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰ المطبعۃ السلفیہ ص۹۹

الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ **اقول ثالثا** کل ماذکر فی شان النزول فانما یستقیم و یطابق التنزیل اذا کان الموضوع ھو الاتقٰی۔اما اذا عکس فلایتاتی ولایاتی الرمی علی المرمی،اما روایۃ یزید بن شجرۃ فطریق الاستدلال فیھا انکم استحقرتم ھذا العبدلانہ عبداسود فقلتم عاد ذلیلاً وحضر جنازۃ ذلیل لکنہ عندنا کریم جلیل اذ کان متقیا والفضل عندنا بالتقوٰی فمن کان تقیا کان کریما عندنا وان کان عبدا اسود اجدع۔وھذا الطریق ھو المفھوم من الاٰیۃ عند کل من لہ ذوق سلیم ،اما علی ما زعمتم فیکون حاصل استدلال اللہ سبحٰنہ و تعالٰی انہ کان کریما وکل کریم متق فلذا اعادہ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضر دفنہ،وھذا الطریق کما تری اذا کان ینبغی الاستدلال الاستدلال بامر مسلم عندھم یستلزم مالم یسلموہ کالتقوٰی علٰی تقریرنا۔	خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ **اقول ثالثا**: جو کچھ آیت کریم کے شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت کریمہ میں اتقی ہی موضوع ہو۔رہی وہ صورت جب اس کا عکس کردیں تو بات نہیں بنتی،ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ رہی یزید ابن شجرہ کی روایت تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عیادت کی ذلیل کے جنازہ میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقوٰی سے ہے تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ کالا نکٹا غلام ہو۔اور آیت سے ہر ذوق سلیم والے سے یہی طریق استدلال مفہوم ہوتا ہے،اور تمہارے زعم پر اللہ تبارک وتعالٰی کے استدلال کا حاصل یوں ہوگا کہ وہ بے شک عزت والا تھا اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے اس لئے کہ دلیل لانا ایسے امر سے چاہئے تھا جو کفار کو مسلم ہوا اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ تسلیم نہیں کرتے جیسے تقوٰی ہماری تقریر پر۔

واما الکرامة فلم تکن ثابتة عندھم والالما قالو ما قالوا، علی ان المقدمة المذکورة فی الاٰیة تبقی ح عبثًا والعیاذباللہ تعالٰی فان الرد علیھم تم بالمطویة القائلة انه رجل کریم عنداللہ تعالٰی وبعد ذٰلك ای حاجة الی ان یقال کل کریم متق، اذلم یکن نزاعھم فی التقوٰی بل فی الکرم۔ وبالجملة یلزم اخذالمدعی صغری واستنتاج مالیس بمدعی وھٰکذا یجری الکلام فی روایة مقاتل واستحقارقریش سیدنا عتیق العتیق اعتقنااللہ بھما من عذاب الحریق، اٰمین۔	رہی عزت (اس سیاہ فام غلام کی) کافروں کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافر وہ کچھ نہ کہتے جو انہوں نے کیا۔ علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیت میں ذکر ہوا اس تقدیر پر عبث ٹھہرے گا والعیاذ باللہ، اس لئے کہ کفار پر رَد تو اس قضیۂ مطوعیہ (پوشیدہ) سے تام ہو لیا جس میں یہ دعوی ہے کہ وہ غلام، اللہ کے نزدیک باعزت ہے۔ اس کے بعد کون سی حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم، متقی ہے اس لئے کہ کافروں کا نزاع تقوٰی میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔ بالجملہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغری ہو اور نتیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یونہی کلام روایت مقاتل میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں ان دونوں کے صدقے میں جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے امین۔
ولنقرر **بعبارة اُخری** قال "کل جدید لذیذ" کان طریق استدلالھم علٰی حقارته رضی اللہ تعالٰی عنه بانه عبد ولاشیئ من العبد کریمًا فھو لیس بکریم والاٰیة نزل فی الردعلیھم فلابدمن نقض احدی المقدمتین من قیاسھم لکن الصغرٰی لامردلھا، فتعین ان الاٰیة انماتبطل الکبرٰی باثبات	اور ہم بلفظ دیگر تقریر کریں اس لئے کہ "کل جدید لذیذ"، کفار کا طریق استدلال حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں ہوتا، تو عزت والے نہیں، اور یہ آیت کفار کے رد میں اُتری لہٰذا ان کے قیاس میں دو مقدموں میں سے ایک کا نقض ضروری ہے لیکن صغرٰی کا رد نہیں ہوسکتا۔ اب متعین ہوا کہ آیت کبرٰی کا ہی ابطال کرتی ہے اس کی نقیض

نقیضھا ،وھو ان بعض العبید کریم ولایمکن اثباتہ الا علی طریقتنا بان نقول بعض العبید یتقی اللہ تعالٰی ومن یتقی اللہ تعالٰی فھو کریم ،اما علی طریقتکم فی اصل المقدمتین ان بعض العبید متق وکل کریم متق وھذا ھو القیاس الذی انتم دفعتموہ وھکذا یتمشی التقریر فی روایۃ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بکلا الوجھین۔

ولنقررہ **بعبارۃ ثالثۃ** استحقر ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض اھل المجلس بقولہ یاابن فلانۃ ای یادنی النسب فرداللہ سبحٰنہ وتعالٰی علیہ بانک ان زعمت ان بعض الادانی فی النسب لایکون کریمًا فقولک ھذا صادق لکن علام استحقرت ھذا بخصوصہ اذیجوز ان لایکون ھذا من ذٰلک البعض وان اردت السلب الکلی فباطل قطعًا ،اذلو صدق لصدق ان بعض المتقین لیس کریمًا لان بعضھم دنی النسب فلم یکن کریمًا عندک لکن التالی باطل

کے اثبات کے ذریعہ اور کفار کے کبرٰی کی نقیض یہ ہے کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں بعض غلام ،اللہ تبارک وتعالٰی سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے۔ رہا اصل مقدمتین میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے تو یہ وہی قیاس ہے جس کو تم دفع کرچکے۔ اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر چلے گی۔

اور ہم تقریر مدعا تیسری عبارت سے کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعض اہل مجلس کی تحقیر انہیں، "یا ابن فلانہ" (اے فلانی کے بیٹے) کہہ کر کی یعنی اے نسب میں کمتر، تو اللہ تبارک وتعالٰی نے ان کا رد یوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو اور اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعًا باطل ہے اس لئے

لصدق نقيضه وهو ان كل متق كريم فالمقدم مثله.هذا علی طريقتنا اما علی طريقتكم فالمقدمة الاستثنائية ان كل كريم متق وهو لايرفع اللازم فلا يرفع الملزوم اتقن هذا فان الفيض مدرار۔ والحمدلله۔	کہ اگر یہ صادق ہو تو یقیناً یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی کریم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے یہ ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو مقدمہ استثنائیہ عــہ یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور یہ لازم کو مرتفع نہیں کرتا تو ملزوم کو بھی مرتفع نہ کرے گا۔اس تقریر کو خوف ضبط کرلو اس لئے کہ فیض (کادریا) زوروں پر ہے،اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔
اقول رابعًا الاحاديث التی جات تفسيرا الاٰية اوترد موردمشرعها اوتلحظ ملحظ منزعها انما تعطی ما ذكرنا من المفاد وتابی عما بغيتم من الافساد و منها ماانبانا المولی السراج عن الجمال عن عبدالله السراج ح وعاليًابدرجة عن ابيه عبدالله السراج عن محمد بن هاشم ح ومساويا للعالی عن الجمال عن السندی ح وشافعهنی عاليا بدرجتين	**اقول رابعًا** وہ احادیث جو اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یا اس کے گھاٹ کے راستے پر چلیں یا اس جگہ اشارہ کرتی ہیں جہاں سے اس کا تیر کھینچا وہ تو وہی مفاد دیتی ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور اس فساد انگیزی سے انکار کرتی ہیں جو تم نے چاہا منجملہ ان حدیثوں کے یہ ہے کہ جس کی خبر ہمیں مولیٰ سراج نے دی وہ روایت کرتے ہیں جمال سے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سراج سے (ح) نیز ہم نے سراج سے یہ حدیث ایک درجہ عالی سند سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ عبد اللہ سراج سے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ہاشم سے (تحویل) نیز اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

عــہ: مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے،اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ "یہ اگر جسم ہے تو متحیز ہے" لیکن وہ جسم ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متحیز ہے اور یہی بعینہ قیاس یعنی مقدمہ میں مذکور ہے اور نقیض کی مثال یہ کہ وہ متحیز نہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نقیض کہ وہ جسم ہے مقدمہ میں مذکور ہے۔(تعریفات جرجانی ص ۱۵۹)

سیدی جمل اللیل عن السندی کلاھما عن صالح العمری باسانیدہ الامامین الجلیلین بسندھما الٰی سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اکرم، فقال اکرمھم عنداللہ اتقٰیھم[161]۔	مساوی ہے انہوں نے روایت کی جمالی سے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے اور میرے اوپر دو درجہ عالی سند سے اس حدیث کو مجھ سے روایت کیا سیدی جمل اللیل نے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے دونوں نے روایت کی صالح عمری سے ان امامین جلیلین (بخاری ومسلم) کی اسانید کے ساتھ ان دونوں اماموں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا: لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔
اقول: انظر الٰی اٰثار رحمۃ اللہ کیف یوضح المحجۃ ولا یدع لاحد حجۃ انما سئل المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان ای الناس اکرم ای من الموصوف بہ لا ان الاکرم ماھو بای نعت یزھو فاجاب الاٰیۃ الکریمۃ فلولا ان الاتقی ھو الموضوع لما طابق الجواب	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک وتعالٰی کی رحمت کے آثار دیکھو راستہ کو کس طرح واضح کرتا ہے یہ کسی کے لئے حجت نہیں چھوڑتا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یوں سوال ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت والا ہے یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم کی ماہیت کیا ہے۔ "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا) اور کون سے وصف پر ناز کرتا ہے، تو سرکار نے

[161] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۹، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۸

السوال وعليك بتزكية الخيال ومن تمام نعمة الله تعالى ان فسر الشراح الحديث بما يعين المراد ويقطع كل وهم يراد۔	آیۃ کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ اتقی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک وتعالٰی کی نعمت کی تمامی سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جملہ سے کردی جو مراد کو متعین کردیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔
قال العلامة المناوی "اکرم الناس اتقهم لان اصل الکرم کثرة الخیر "فلما کان المتقی کثیر الخیر فی الدنیا وله الدرجات العلی فی الاٰخرة کان اعم الناس کرما فھو اتقٰھم[162]. انتھی۔	اس میں علامہ مناوی کا ارشاد ہے: اکرم الناس اتقاھم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرت خیر ہے، توجب متقی دنیا میں خیر کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے، توسب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقوٰی والا، انتھی۔
انظر این ذھبت شبھتك الواھیة فھل تری لھا من باقیة، ومنھا ما انبانا المولی عبد الرحمن عن الشریف محمد بن عبد الله کما مضی عن علی بن یحیی الزیادی عن الشھاب احمد بن محمد الرملی عن الامام ابی الخیر السخاوی عن	دیکھو تمہارا واہی شبہہ کہاں گیا، اب اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور از انجملہ وہ حدیث ہے جس کی ہمیں خبر دی مولٰی عبد الرحمٰن نے، انہوں نے روایت کی سید محمد بن عبد اللہ سے، جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن یحیٰی زیادی سے، وہ روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابوالخیر سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں،

[162] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اکرم الناس اتقاھم مکتبۃ الامام الشافعی ۱/۲۰۳

العزعبدالرحیم بن فرات عن الصلاح بن ابی عمر عن الفخر بن البخاری عن فضل اللّٰہ ابی سعید التوقانی عن الامام محی السنۃ البغوی انا ابوبکر بن ابی الھیثم انا عبداللّٰہ بن احمد بن حمویۃ انا ابراھیم بن خزیم ثنا عبداللّٰہ بن حمید انا الضحاك بن مخلد عن موسٰی بن عبیدۃ عن عبد اللّٰہ بن دینار عن ابن اعمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم طاف یوم الفتح علی راحلتہ یستلم الارکان بمحجتہ فلما خرج لم یجد مناخًا فنزل علی ایدی الرجال ثم قام فخطبھم فحمداللّٰہ واثنی علیہ، وقال الحمدللّٰہ الذی اذھب عنکم غبیۃ الجاھلیۃ وتکبرھا بآبائھا انما الناس رجلان بر تقی کریم علی اللّٰہ وفاجر شقی ھیّن علی اللّٰہ ثم تلا "یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثٰی" ثم قال اقول قولی ھذا واستغفر اللّٰہ	عز عبدالرحیم بن فرات سے، وہ روایت کرتے ہیں صلاح بن ابی عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں فخر ابن بخاری سے، وہ روایت کرتے ہیں فضل اللّٰہ ابو سعید توقانی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابی السنۃ بغوی سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابو بکر ابن ابی ہیثم نے عبداللّٰہ ابن احمد ابن حمویہ سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابراہیم ابن خزیم نے، ہم سے حدیث بیان کی عبداللّٰہ ابن حمید نے، ہمیں خبر دی ضحاک ابن مخلد نے، وہ روایت کرتے ہیں اس کو موسٰی ابن عبیدہ سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللّٰہ بن دینار سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا، ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اتر گئے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللّٰہ تبارک وتعالٰی کی حمد وثناء کی اور فرمایا: اللّٰہ کے لئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اور آباو اجداد کا غرور دور کیا۔ لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں، ایک نیک متقی اللّٰہ کے یہاں عزت والا، دوسرا بدکار، بدبخت، اللّٰہ کی بارگاہ میں ذلیل، پھر یہ آیت پڑھی: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"، پھر فرمایا: "میں یہ بات کہتا ہوں اور اللّٰہ سے اپنے

لی ولکم[163]۔ **اقول:** انظر کیف قسم المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلق الی قسمین برتقی ووصفھم بالکرم وفاجر شقی ووصفھم بالھوان وھذا صریح فیما قلنا۔ ومنھا مااخرج ابن النجار والرافعی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من دعائہ: "اللھم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوٰی وجملنی بالعافیۃ۔"[164] قال المناوی اکرمنی بالتقوی لاکون من اکرم الناس علیك ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم[165] اھ۔ **اقول:** والوجہ حذف	لئے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتاہوں۔" **اقول:** دیکھو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مخلوق کو دو قسم کیا، ایک نیک، پرہیزگار، اوران کو عزت سے موصوف کیا۔ اوردوسرے بدکار، بدبخت، اورانہیں ذلیل بتایا۔ اوریہ ہمارے دعوی کی صریح دلیل ہے۔ ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُعاکے یہ کلمات مروی ہے ہیں: "اے اللہ! مجھ علم کے ساتھ غنا، حلم کے ساتھ زینت، تقوٰی کے ساتھ اکرام اورعافیت کے ساتھ جمال عطافرما۔" مناوی نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے) کہا: "مجھے تقوٰی کے ساتھ اکرام عطافرما تاکہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہوجاؤں (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اھ **میں کہتاہوں** صحیح یہ ہے کہ لفظ من

[163] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۹۶

[164] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۸۵و۲۰۲، الجامع الصغیر حدیث ۱۵۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۶

[165] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللھم اغننی بالعلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۲۱

من وکانہ اراد ماترید الامۃ عند الدعاء بہ تاسیا بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ومنہا ما اورد الزمخشری فی الکشاف ثم الامام النسفی فی المدارك عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم من سرہ ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ[166] اھ۔ وھذا ابین واجلی۔	کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی میں دعا کرتے ہوئے امت کرتی ہے۔ من جملہ ان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زمخشری نے کشاف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالٰی سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر تر ہے۔
واقول خامسا: العلماء مافھموا من الاٰیۃ الا مدح المتقین ولم یزالوا محتجین بہا علٰی فضیلۃ التقوی واھلہا فلو کان الامر کمازعمتم لا ندحض ھذہ التمسکات بحذافیرھا، اذ لما کان المعنی ان کل کریم متق وھو لایستلزم ان کل متق کریم فای مدح فیہ للمتقین وبم ذا یفضلون علی الباقین، الاتری ان کل کریم انسان وحیوان وجسمان	**اقول خامسا:** علماء نے اس آیت سے متقی لوگوں کی تعریف ہی سمجھی اور اس آیت سے تقوٰی اور اہل تقوٰی کی فضیلت پر دلیل لاتے رہے، تو اگر معاملہ یوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتے اس لئے کہ جب معنی یہ ٹھہرے کہ ہر کریم متقی ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر متقی کریم ہو تو اس میں پرہیزگاروں کے لئے کون سی تعریف ہے اور پرہیزگار دوسروں سے کس وصف سے برتر ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کریم انسان، حیوان

[166] الکشاف تحت الاٰیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۷۵، مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الاٰیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۳

ولا یکون بھذا کل فرد من ھٰؤلاء محمودا فی الدین۔	اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے ہر فرد محمود نہیں ہوتا۔
فان قلت ان التقوی وصف خاص بالکرماء فلھذا استحق الثناء بخلاف ماذکرتم من الاوصاف۔	**فان قلت** (تو اگر تم کہو کہ) بے شک تقوٰی کریموں کے ساتھ خاص ہے لہٰذا یہ وصف تعریف کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے ذکر کئے۔
قلت الاٰن اتیت الی ابیت فان التقویٰ اذا اختص بھم ولم یوجد فی غیرھم وجب ان یکون کل متق کریمًا وفیہ المقصود قال المولی الفاضل الناصح محمد افندی الرومی البرکلی فی الطریقۃ المحمدیۃ بعد ماسرد الاٰیات فی فضیلۃ التقویٰ فتأمل فیما کتبنا من الاٰیات الکریمۃ کیف کان المتقی عنداللہ تعالٰی اکرم[167] انتھٰی۔	**قلت** (میں کہوں گا) اب تم اسی بات پر آگئے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے کہ تقوٰی جب کریموں کے ساتھ خاص ہے دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کریم ہو اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ مولٰی فاضل ناصح محمد آفندی رومی برکلی طریقہ محمدیہ میں تقوٰی کی فضیلت میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو ان آیات کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا۔
قال المولی الشارح العارف باللہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی شرحھا الحدیقۃ الندیۃ اشارۃ الی الاٰیۃ الاولٰی من قولہ تعالٰی "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم"[168] انتھٰی۔	کتاب مذکور کے شارح مولا عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی اللہ تعالٰی کے قول "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کی طرف ہے۔
واقول سادسًا: الی یاموفق تحقیق بالقبول احق اخرج	**واقول سادسًا:** اے توفیق والے میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

[167] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی الفصل الثالث مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۱۲۹

[168] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الفصل الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۴۱۰

الامام احمد والحاکم والبیہقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرم المرء دینہ ومروتہ عقلہ وحسبہ خلقہ[169] واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین عن یحیٰی بن ابی کثیر مرسلًا ینمیہ الی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الکرم التقوٰی و الشرف التواضع[170] واخرج الترمذی محمد بن علی الحکیم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الحیاء زینۃ والتقی کرم"[171] انظر الی الاحادیث ما اجلاھا و افصحھا واحلھا واملحا انظر الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مروتہ	سزاوار ہے، امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا: "آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا خلق۔" اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں یحیٰی بن ابی کثیر سے بسند مرسل روایت کیا درآنحالیکہ اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ فرمایا: "کرم، تقوٰی ہے اور شرف تواضع ہے۔" اور ترمذی محمد ابن علی الحکیم نے جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا درانحالیکہ اس کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ فرمایا: "حیاء زینت ہے اور تقوٰی کرم ہے۔" احادیث کو دیکھو کس قدر روشن اور کتنی فصیح ہیں اور کیسی شیریں اور کیسی ملیح ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول کہ آدمی کی مروت اس

[169] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۵، المستدرک للحاکم کتاب العلم کرم المومن دینہ الخ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۲۳، لمستدرک للحاکم کتاب النکاح الحسب والمال والکرم الخ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۳، السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب اعتبار الیسار فی الکفاءۃ دارصادر بیروت ۷/ ۱۳۶، السنن الکبرٰی کتاب الشھادات باب بیان مکارم الاخلاق الخ دارصادر بیروت ۱۰/ ۱۹۵

[170] کتاب الیقین من رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۲۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱/ ۲۸

[171] نوادرالاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل السادس والخمسون والمائۃ دارصادر بیروت ص ۲۰۰

عقله فانما وصف العقل بالمروۃ لا المروۃ بالعقل و کذا قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم "حسبه خلقه و الشرف التواضع" فانما حکم علی الخلق بانه الحسب وعلی التواضع بانه الشرف حسما لما یدعیه المدعون من ان المال هو الشرف. ولذا ان قال قائل ان الحسب خلق والمروۃ عقل والشرف تواضع لم یقبل قوله منه. وان عکس قبل فهکذا فی الفقرتین اعنی قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الکرم التقوٰی وکرم المرء دینه۔

وانا اعطیك ضابطة لهذا کلما رأیت فی امثال ؏ هذا المقام اسمین معرفین باللام محمولا احدهما علی الاٰخر فان صح ان یحمل الاٰخر علی الاول مجردا عن اللام فاعلم انه یجوز ان یکون محمولاً فی تلك القضیة ایضًا والا لانظیره قول الشاعر ؎

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل ہی کو مروت سے موصوف کیا اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "آدمی کا حسب اس کا خُلق ہے اور شرف تواضع ہے" تو اس لئے کہ خُلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے مدعیوں کے دعوے کو رد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے اسی لئے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ بے شک حسب خُلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر اس کا عکس کردے تو قبول کیا جائے گا تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں سے ملے ہوئے فقروں میں یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول کرم تقوٰی ہے اور آدمی کی عزت اس کا دین ہے (یعنی ان جملوں کا عکس مقبول نہ ہوگا۔) اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دو اسم معرف باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے محمول بننا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضیے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، اسکی نظیر شاعر کا شعر ہے:

؏: اشارہ الی انك تقول الخ　　　　(المصنف)

بنونا بنو ابناءنا وبنو بناتنا ابناء الرجال فانك ان قلت احفادنا ابناء لنا صدقت وان قلت ابنائنا احفادلنا کذبت فکان بنونا ھو المحکوم بہ و السر فی ذلك ان المحمول یجوز تنکیرہ ابدًا وافادۃ القصر علی تسلیمہ عـــہ کلیًاامر زائد علی نفس الحکم و الموضوع لاینکر تنکیرا محضافلذٰلك لا یقال الکرم تقویٰ اوالکرم دین وانما تقول بالتعریف لان الاٰخر ھو الموضوع حقیقۃ لاجل ھذا ان عکست ونکرت صح اما رایت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم لما قدم التقویٰ فی حدیث الحکیم نکر الکرم و لما عکس فی الحدیث الاٰخر عرف التقویٰ ،اللھم لك الحمد علی تواتر اٰلائك ولا اخالك یاھذا مغمورا فی غیابات الغباوت بحیث یعسر علیك الانتباہ لما فی تلك الاحادیث	"یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں۔"اس لئے کہ اگر تم یوں کہو کہ ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا،اور اگر یوں کہو کہ ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر میں "بنونا" ہی محکوم بہ ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ ہمیشہ محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور افادہ قصر اگر اس کو امر کلی تسلیم کرلیں نفس حکم پر ایک زائد بات ہے،اور موضوع کبھی نکرہ محضہ نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا جائے گا کہ الکرم تقویٰ یا الکرم دین یعنی جبکہ جملے کا جز ثانی مبتدا ٹھہرائیں تو اس کو نکرہ لانا جائز نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے جز کی تعریف کے ساتھ بولوگے اس لئے کہ حقیقت میں دوسرا جز ہی موضوع ہے اسی وجہ سے اگر اس جملے کا عکس کردو اور پہلے جز کو نکرہ کردو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب تقویٰ کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث میں تو "کرم" کو نکرہ لائے،اور دوسری حدیث میں جب اس کا عکس کیا تو "تقویٰ" کو معرفہ لائے۔الٰہی ! تیری پیہم نعمتوں پر تیرے لئے حمد اے شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہمی کی اندھیریوں

عـــہ:اشارہ الی انہ مع اشتھارہ فی کثیر من الناس الخ (المصنف)

التی جاءت مرۃ بتقدیم الکرم واخرٰی بتصدیر التقوی من لمعات بوارق یکاد سناھا یختف ابصار الشبھات ولا سیما حدیث الترمذی مع ماتقرر فی الاصول ان اللام ان لاعھد فللاستغراق بأل الجنس ایضا مفید اذحکمہ لابدوان یسوی فیہ الافراد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میں ایسا بھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ان چمکتی تجلّیوں سے تنبیہ ہونا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ شبہات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان احادیث میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقوٰی کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی باوجودیکہ اصول میں مقرر ہوچکا کہ لام جبکہ عہد کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہوگا بلکہ جنس بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
اقول: سابعًا ان قیل لك اکرم الناس اتقاھم ثم من دونہ فی التقوٰی وھٰکذا یأتی ینزل تدریجا لاجرم ان تسلمہ وتقول ھذا لاریب فیہ لکنك لم تدران قد انصرفت عما اقترفت وقد اعترفت بما انحرفت. قل لی ماذا محصل قولك ان اکرم الناس یوصف اولًا بانہ اتقی وثانیًا بانہ قلیل التقوٰی وثالثًا بانہ اقل. ھل ھذا الا کلام مجنون تفوہ بلفظ فی الجنون وما دری وما عقل وھذہ الشناعۃ	**اقول: سابعًا** اگر تم سے کہا جائے کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقوی میں اس سے کم ہے اور اسی طرح سے تدریجًا کم سے کم تر کی طرف نازل ہو، لامحالہ تم اس کو تسلیم کروگے اور کہوگے کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے۔ جس کا تم نے ارتکاب کیا تھا۔ اور انحراف کا اعتراف کرلیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل کیا ہے کہ اکرم الناس اولًا اتقی سے موصوف ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور ثانیًا قلیل التقوٰی کے ساتھ اور ثالثًا اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس صورت میں جب کہ جزِ ثانی یعنی اتقی کو محمول مانیں کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں۔ جو جنون میں لفظ

تکدر علیك زعمك العجیب فی کل ما جاء علی الترتیب وھو کثیر فی الاحادیث،قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "احب الاعمال الی اللہ الصلٰوۃ لوقتھا ثم بر الوالدین ثم الجھاد فی سبیل اللہ "اخرجہ الائمۃ احمد [172] والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی و النسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فالمعنی علی زعمك ان احب الاعمال یوصف اولًا بانہ صلٰوۃ ثم یمکث فیصیر برا ثم یلبث فیعود جھادًا وھذا من اعجب ماسمع السامعون،	بولتا ہے اور سمجھتا ہے ورنہ اسے خبر ہوتی،اور یہ شناعت تمہارے زعم عجیب میں ان تمام احادیث کو مکدر کردے گی جن میں ترتیب کے ساتھ اعمال کی فضیلت بیان ہوئی اور یہ مضمون احادیث میں بہت ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کو سب کاموں سے زیادہ پیاری نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔ پھر ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔"اس حدیث کو روایت کیا احمد، بخاری، مسلم،ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تو تمہارے زعم پر معنٰی یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ محبوب کام پہلے صلٰوۃ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر حسنِ سلوک بن جاتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر جہاد ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ عجیب باتوں میں سے ہے جو سُننے والوں نے سُنی۔

[172] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوۃ باب فضل الصلوۃ لوقتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۶، صحیح البخاری کتاب الجھاد باب فضل الجھاد لوقتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۰، صحیح البخاری کتاب الادب باب قولہ تعالٰی ووصینا الانسان بوالدیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۸۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۲، مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۱۰ و ۴۱۸_۴۲۱ و ۴۳۹ و ۴۴۴ و ۴۴۸ و ۴۵۱، جامع الترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل امین کمپنی دہلی ۱/ ۲۴، جامع الترمذی ابواب البروالصلۃ باب ماجاء فی برالوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۳، سنن النسائی کتاب المواقیت فضل الصلوۃ لمواقیتھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۰۰، سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب المحافظۃ علی الصلوات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۱

تذئیل ایاك وان تظن ان تقدیم الخبر فی امثال ھذا المقام قلیل فی فصیح الکلام حتی یعد تاویلا للمرام بل ھو شائع تکثر بل ھو الاکثر الاوفر.ولو سرد نالك من الاحادیث الواردة علٰی ھذاالمنوال لنافت علی مئاتٍ ورمیتنی بالاملال.ثم منھا ما فی نفس الحدیث دلیل علی مانرید کتقدیم الصفات و تاخیر الذوات وغیر ذٰلك ومنھا ما شرح الشارحون بعکس الترتیب من دون حاجة الی ماھنالك فعلم انہ طریق شائع،کثیرًا مایجری الکلام علیہ وتتبادر الافھام الیہ بلا احتیاج الی صوارف ولا توقف علٰی موقف ولو لاانا علی حذرمن الاطناب لارینك منھا العجب العجاب،لکن لا باس ان تذکر طرفًا من احادیث اکثرھا من القسم الثانی لانھا اوضح فی المقصود وضوحًا جیلًا و نقدم علیھا حدیثًا ذکر فیہ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقدمتین فاستنتج منھما العلماء کمثل صنیعنا فی الاٰیتین	**تذئیل** خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ ایسے مقامات میں خبر کو مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر ہے۔یہاں تک کہ مقصود کے لیے تاویل کرنا ٹھہرے،بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و اوفر ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کریں جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گنتی میں سینکڑوں سے زیادہ ہوں گی اور تم مجھے اکتا دینے پر تہمت لگاؤ گے۔پھر ان میں سے وہ بھی ہے جو نفسِ حدیث میں ہمارے مدعا کی دلیل ہے جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات کو مؤخر کرنا اور اس کے علاوہ ان میں شارحین حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب الٹ دینا بلا ضرورت،تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ڈھنگ پر چلتا ہے اور قرائن صارفہ کی حاجت کے بغیر لوگوں کی فہم اس کی طرف سبقت کرتی ہے اور کسی بتانے والے پر موقوف نہیں ہوتی اور اگر ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمھیں ان احادیث کا عجیب و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج نہیں کہ ہم ان احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن میں اکثر قسم ثانی کے قبیل سے ہیں۔اس لیے کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم پہلے ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مقدمے ذکر کیے تو اس سے علماء نے نتیجہ نکالا، جس طرح دو آیتوں میں

ليكون هذا اشد تنكيلا. انبأنا حسين الفاطمی عن عابد بن احمد عن صالح الفاروقی عن سليمان الدرعی عن محمد الشريف عن الشمس العلقمی عن الامام السيوطی عن احمد بن عبدالقادر بن طريف انا ابو اسحاق التنوخی انا ابوالحجاج يوسف بن الزكی المزی انا الفخر بن البخاری سماعًا بسماعه عن ابی حفص عمر بن طبرزد انا ابو الفتح عبدالملك ابن قاسم الكروخی. انا القاضی ابو عامر محمود بن القاسم الازدی وابو بكر احمد بن عبدالصمد الغورجی انا ابو محمد عبدالجبار الجراحی المروزی انا ابوالعباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبی المروزی. انا الترمذی ثنا محمد بن يحيی ثنا محمد بن يوسف ناسفين عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم خير كم خير كم لاهله	ہم نے کیا تاکہ قید سخت ہو۔ہم سے حدیث بیان کی حسین فاطمی نے، وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن عبدالقادر ابن طریف سے، ہمیں خبر دی ابواسحٰق تنوخی نے۔ ہمیں خبر دی ابوالحجاج یوسف ابن زکی مزی نے۔ ہمیں خبر دی فخر الدین ابن بخاری نے۔ سماعًا ابو حفص عمر بن طبرزد سے سن کر۔ ہمیں خبر دی ابو الفتح عبدالملک ابن قاسم کروخی نے۔ ہمیں خبر دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابوبکر احمد بن عبدالصمد غورجی نے۔ ہمیں خبر دی ابو محمد عبدالجبار جراحی مروزی نے، ہمیں خبر دی ترمذی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحیٰی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انہوں نے روایت کی ہشام بن عروہ سے انھوں نے روایت کی اپنے باپ سے۔ انہوں نے روایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے۔ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

وانا خیر کم لاھلی واذا مات صاحبکم فدعوہ۔ھذا حدیث حسن صحیح[173] **قلت** ومروی ایضاعندابن ماجۃ[174] من حدیث ابن عباس وعندالطبرانی فی معجمہ[175] الکبیرعن معٰویۃ بن ابی سفٰین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین قال الامام العلامۃ الشارح عبدالرؤف المناوی فی التیسیر شرح الجامع الصغیرللامام المولٰی جلال الحق و الدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیھما فانا خیر کم مطلقا وکان احسن الناس عشرۃ لھم[176] انتھی۔ **اقول**:یاھذا ان ابدیت فرقًابین ھذاالقیاس والقیاس	نے "تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لیے تم سب سے بہتر ہوں جب تمہارا کوئی ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو" (یعنی اس کا ذکر برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ **قلت** (میں کہوں گا کہ) یہ حدیث ابن ماجہ کے یہاں منجملہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی کے یہاں ان کے معجم کبیر میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے امام علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر مصنفہ امام مولٰی جلال الحق والدّین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی میں فرمایا "تو میں مطلقًا تم سب سے بہتر ہوں۔اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔" **اقول**: (میں کہتا ہوں) اے شخص اگر تو اِس قیاس میں اور اُس قیاس میں جس کی صحت کا

---

[173] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ تعالٰی لیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۹،موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۱۳۱۲ المکتبۃ السلفیہ ص۳۱۸،الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۰،الجامع الصغیر حدیث ۴۱۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۴۹

[174] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

[175] المعجم الکبیر حدیث ۸۵۳ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۹/ ۳۶۳

[176] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر کم خیر کم لاھلہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۳۳

الذی تنکر صحتہ لشکرك المفضلۃ ابدا ما کانوا و لکن ھیھات ھیھات انّی لك ذٰلك اخرج احمد و الشیخان عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، خیر نساء رکبن الابل صالح نساء قریش [177]

قال الفاضل الشارح فالمحکوم لہ بالخیریۃ الصالحۃ منھن لا علی العموم [178] اھ انظر کیف جعل الخیر محکومًا بہ اخرج احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیر ھم لصاحبہ وخیر الجیران عنداللہ خیر ھم لجارہ [179] قال الفاضل الشارح "فکل

تو منکر ہے فرق نمایاں کردے تو تفضیلیہ عمر بھر تیرے شکر گزار ہوں گے، لیکن ہیہات ہیہات تجھ سے کیونکر ایسا ممکن ہے۔امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ سے راوی، انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا۔ اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں۔

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لیے سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے عموم پر نہیں دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم بہ قرار دیا۔امام احمد۔ترمذی اور حاکم بسندِ صحیح حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

---

[177] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۵ و ۳۹۳، صحیح البخاری کتاب النکاح باب الی من ینکح وایّ النساء خیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۰، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸

[178] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء رکبن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۴۲

[179] مسند امام احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸، المستدرك للحاکم کتاب المناسك خیر الاصحاب عنداللہ الخ دار الفکر ۱/ ۴۴۳، الجامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶

من کان اکثر خیرًا لصاحبه و جاره فهوافضل عند الله و العکس بالعکس [180] اھ اخرج احمد و ابن حبان والبیهقی عن سعید بن ابی وقاص رضی الله تعالٰی عنه باسناد صحیح عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم خیر الذکرالخفی [181] قال الفاضل الشارح"ای ما اخفاہ الذاکر وسترہ عن الناس فهو افضل من الجهر [182]اھ اخرج الطبرانی عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم افضل الصدقة سر الی فقیر [183] قال الفاضل الشارح"قال تعالٰی "وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ" [184]اھ"	ہمسایوں کے لیے سب سے بہتر ہو۔ فاضل شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لیے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے۔ اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے انتھی۔ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ صحیح روایت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ سرکار نے فرمایا "سب سے بہتر ذکر ذکرِ خفی ہے" فاضل شارح نے کہا یعنی وہ ذکر جسے ذاکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکرِ جہر سے افضل ہے انتھی، طبرانی، ابن ماجہ، ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا، "سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے" فاضل شارح نے کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ "وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ"۔ انتھی

[180] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الاصحاب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۲۵

[181] مسند احمد بن حنبل عن سعید بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۷۲، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۳۲۳ المکتبۃ السلفیه ص ۵۷۷، شعب الایمان حدیث ۵۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۰۷

[182] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الذکر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۲۶

[183] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۷۱ المکتبۃ الفیصلیه بیروت ۸/ ۲۵۹، الجامع الصغیر حدیث ۱۲۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۰

[184] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث افضل الصدقہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۱۸۵

اقول: انظر فقد اخرت الاٰیة وقدم الحدیث، اخرج احمد والحاکم عن رجل من الصحابة عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان افضل الضحایا اغلاھا واسمنھا[185] قال الفاضل الشارح فالا سمن افضل من العدد[186] اھ اخرج احمد والطبرانی فی الکبیر عن ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الاعمال الایمان باللہ ثم الجھاد ثم حجة برة تفضل سائر العمل[187]۔ **اقول:** انظر الٰی ھذہ الکلمة الاخرة صدر بالافضل ثم اخرہ۔ اخرج ابو الحسن القزوینی فی امالیہ الحدیثیة عن ابی امامة	**اقول:** دیکھو آیت کریمہ نے خیر کو (جو موضوع ہے) موخر کیا اور حدیث نے اس کو مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے دریافت کیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا "قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر سب سے قیمتی سب سے فربہ ہے۔" فاضل شارح نے کہا تو جو سب سے فربہ ہے وہ عدد سے افضل ہے اھ امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا "سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا ہے پھر جہاد۔ پھر حج مقبول تمام اعمال سے افضل ہے۔" **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کلمہ میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو موخر لائے۔ ابوالحسن قزوینی اپنے امالی حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی

[185] مسند احمد حنبل حدیث جد ابی الاشد السلمی المکتب الاسلامی بیروت ۳ /۴۲۴، المستدرک کتاب الاضاحی باب افضل الضحایا الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۳۱

[186] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان افضل الضحایا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۲

[187] مسند احمد بن حنبل حدیث ماعز رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۴۲، المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۳۴۴و۳۴۵

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "ان اشد الناس تصدیقًا للناس اصدقھم حدیثا وان اشد الناس تکذیبًا اکذبھم حدیثا"[188] قال الفاضل الشارح فالصدوق یحمل کلام غیرہ علی الصدق لاعتقاد قبح الکذب والکذوب یتھم کل مخبر بالکذب لکونہ شانہ۔[189]اھ	وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔"سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ جھوٹا بتانے والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو۔" فاضل شارح نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ کو بُرا جانتا ہے۔اور جھوٹا ہر مخبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لیے کہ جھوٹ بولنا اس کا کام ہے،اھ
اخرج احمد فی کتاب الزھد عن سلمان الفارسی واقفًا علیہ وابن لال وابن النجار عن ابی ھریرۃ والسجزی فی الابانۃ عن ابن ابی اوفی رافعین الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر الناس ذنوبًا یوم القیمۃ اکثرھم کلامًا فیما لایعنیہ[190] قال الفاضل الشارح"لان	امام احمد نے کتاب الزھد میں حضرت سلیمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن لال اور ابن نجار نے ابو ہریرہ سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن ابی اوفٰی سے،ان سب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعًا روایت کیا کہ فرمایا"سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہوں گے۔جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔" فاضل شارح نے فرمایا اس لیے کہ

[188] کنز العمال حدیث نمبر ۶۸۵۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۴۴، الجامع الصغیر حدیث نمبر ۲۲۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۴

[189] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اشد الناس تصدیقا دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۳۱۱

[190] الجامع الصغیر بحوالہ ابن لال وابن نجار حدیث نمبر ۱۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۶، کتاب الزھد ۸۱۱ دار الکتاب العربی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۹

من کثر کلامہ کثر سقطه فتکثر ذنوبه من حیث لا یشعر[191]"اھ اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان اولی الناس بی یوم القیٰمة اکثرھم علیّ صلٰوة[192]۔ قال الفاضل الشارح"ای اقربھم منی فی القیٰمة و احقھم بشفاعتی اکثرھم علیّ صلاة فی الدنیا لان کثرة الصلوة علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم تدل علی صدق المحبة و کمال الوصلة فتکون منازلھم فی الاٰخرة منه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بحسب تفاوتھم فی ذٰلك[193]اھ **اقول:** انظر شرح اولاً لفظ الحدیث	جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں مہمل خلافِ شرع باتیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے اور اس کو شعور نہ ہوگا اھ۔ امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور ابن حبان بہ سندِ صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا"قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ فاضل شارح نے فرمایا یعنی قیامت میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے۔ تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قُرب میں اس امر میں لَوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔ **اقول:** دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح

[191] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر الناس ذنوبا یوم القیٰمة مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۰۰

[192] جامع الترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوة علی النبی امین کمپنی دہلی ۱/ ۶۴، الجامع الصغیر حدیث ۲۲۴۹ دارالکتب العلمیه بیروت ۱/ ۱۳۶

[193] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی الناس بی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۶

ثم علل بما لایستقیم الاعلی جعل الاولی محکومًا به،وابین من هذا ان العلماء المحدثین افاض الله علینا من برکاتهم استدلوا بهٰذا الحدیث علی فضل اهل الحدیث،وانهم اولی الناس برسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانهم اکثر الناس صلوة علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایذکرون حدیثا الا ویصلون فیه علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عشرًا وخمسًا او مرتین او مرة لا اقل کما هو معلوم مشاهد والحمد لله۔	کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک بیٹھتی ہے جب کہ حدیث میں (وارد) لفظ اولٰی کو محکوم بہ ٹھہرائیں اور اس سے روشن تر یہ ہے کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک و تعالٰی ہمارے اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے علماء حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا۔اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہیں اس لیے کہ وہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے۔والحمدللہ۔
ارایتك هذا الاستدلال الیس علی طبق احتجاجنا بالاٰیتین حذوا بحذو وسواء بسواء۔ثمّ من تمام نعمة الله ان جاء حدیث عند البیهقی برجال ثقات عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم "اکثروا من الصلوة علی فی کل یوم جمعة فان صلوة امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرهم علی	مجھے بتاؤ کیا استدلال ان دونوں آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق نہیں۔پھر اللہ تبارک و تعالٰی کی تمامی نعمت سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثقہ راویوں کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آئی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن بکثرت درود بھیجو اس لیے کہ تمہارا درود ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درجے

صلٰوۃ کان اقربھم منی منزلۃ"[194] فعلم انہ لایبالٰی فی امثال المقام بتقدیم ولا تاخیر لعدم الا لتباس والسرفیہ ما القیناعلیك ان ھذہ احکام شرعیۃ لایطلع علیھاالا باطلاع الشارع فھی التی تلیق ان تجعل محمولات،ولا تسبق الاذھان الا الٰی ذلك مقدمۃ جاءت اومؤخرۃ وھذا کلّہ واضح جلی کاد ان یقال بدیھی واولٰی لایسوغ انکارہ الا لجاھل خرف اومتجاھل متعسف،ونخشٰی ان یعد اکثار نا ھذا من اقامۃ الدلائل علیہ شبیھا بالعبث عند العلماء لان اٰذانھم ممتلئۃ بالوف الاف من امثال تلك المحاورات،وھم العارفون باسالیب الکلام ومجاری البیان فی مناھج المرام،فحاشاھم ان یتعسر علیھم تمییز محمول من(ھٰھنا سقط ظاھر ولعل العبارۃ ھکذا ان یخطر ببالھم)یحط ببالھم نحوھذہ الخدشات، لکنی،اتنصل الیھم وعذری ان شاء اللہ تعالٰی واضح لدیھم	میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔تو معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقدیم و تاخیر کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لیے کہ اشتباہ نہیں ہوتا اور اس میں سر وہی ہے جو ہم نے بتایا۔تو یہ احکامِ شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع کے بتائے اطلاع نہیں ہوتی۔تو یہی اس کے لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں۔اور اذہان کی سبقت انہیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم آئیں یا مؤخر،اور یہ سب واضح و روشن ہے۔قریب ہے کہ اس کو بدیہی و اولیٰ کہا جائے اس کا انکار جاہل بے خرد یا جاہل بننے والے معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو ڈر ہے کہ ہمارا اس پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے۔اس لیے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کے اسالیب سے اور مقصود کے طریقوں میں بیان کی راہوں سے آگاہ ہیں۔تو وہ اس سے منزہ ہیں کہ انہیں محمول کی تمیز موضوع سے دشوار ہو اور یہ ان کے ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں۔لیکن میں ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لیے کہ میری مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

[194] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ الخ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۳/ ۲۴۹

فانما مثلی ومثل الذین لاینقادون لی کجمال شردت عن صاحبھا فھو یقصداسرھا ویقتفی اثرھا لا تعلو شرفا ولا تھبط وادیا الا اتبعھا۔ **تکمیل:** ومن ھٰھنا بان لك ان ماقالت النحاۃ من وجوب تقدیم المبتداء علی الخبر اذاکان معرفتین او متساویین امرا کثری لاکلی وانما المعنی علی اللبس و اذ لیس فلیس،بذٰلك صرح الشراح و لا یغرنك اطلاق المتون فانھا ربما تمشی علی الاطلاق فی مقام التقیید فی علم الفقه فکیف بغیرہ من الفنون۔	ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلندی پر نہ چڑھیں اور نہ کسی گھاٹی میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔ **تکمیل:** یہاں سے تمہیں ظاہر ہوگیا کہ نحویوں نے جو یہ کہا کہ مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے۔جب دونوں معرفہ ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں یہ اکثری قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور معنٰی یہی ہے کہ مبتدا کی تقدیم ایسی صورت میں اس وقت واجب ہے۔جب کہ التباس کا اندیشہ ہو اور جب التباس کا اندیشہ نہ ہو تو واجب نہیں۔شارحین نے اس کی تصریح کی تو ہرگز تمہیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لیے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تمہارا کیا گمان ہے فقہ کے سوا دوسرے فنون میں،
انبانا مفتی الحرم عن ابن عمر عن الزبیدی عن یوسف المزجاجی عن ابیه محمد بن علاء الدین عن حسن العجیمی عن العلامة خیر الدین الرملی عن ابی عبدالله محمد بن عبدالله الغزی التمرتاشی مصنف تنویر الابصار قال فی منح الغفار "ان العجب من اصحاب المتون	ہمیں خبر دی مفتیِ حرم نے،وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے،وہ روایت کرتے ہیں زبیدی سے۔وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزجاجی سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن علاء الدین سے۔وہ روایت کرتے ہیں حسن عجیمی سے۔وہ روایت کرتے ہیں خیر الدین رملی سے۔وہ روایت کرتے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنفِ تنویر الابصار سے، انہوں نے منح الغفار میں فرمایا اصحابِ متون سے تعجب ہے اس لیے کہ وہ اپنے

فانهم يتركون فی متونهم قيودا لابدمنها وهی موضوعة لنقل المذهب فيظن من يقف علی مسائله الاطلاق فيجری الحكم علٰی اطلاقه وهو مقيد فيرتكب الخطأ فی كثير من الاحكام فی الافتاء والقضاء [195] انتهی	متون میں ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ متون نقل مذہب کے لیے وضع کیے گئے ہیں کہ جو متن کے مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلق گمان کرتا ہے تو اس حکم کو اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا کر جاتا ہے فتوٰی اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں۔ انتہی۔
انبانا السراج بالسندالمذكور الی العلامة الغزی عن العلامة زين بن نجيم المصری قال فی البحر الرائق "قصد هم بذٰلك ان لايدعی علمهم الا من زاحمهم عليه بالركب وليعلم انه لايحصل الا بكثرة المراجعة وتتبع عباراتهم و الاخذعن الاشياخ [196]۔ انتهی	ہمیں خبر دی سراج نے علامہ غزی تک اسی سند مذکور سے۔ انہوں نے روایت کیا علامہ زین ابن نجیم مصری سے۔ انہوں نے بحر الرائق میں فرمایا کہ اس طریقے سے ان کا قصد یہ ہے کہ ان کے علم کا دعوی وہی کرے جو زانوؤں سے ان کا مزاحم ہو اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرت مراجعت اور فقہاء کی عبارات کی تلاش اور مشائخ فن سے حاصل کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ انتہی۔
اقول: وقد و اللہ رأينا تصديق هذا فی كثيرمن ابناء الزمان ممن تصدربالدعوی وتصدی للفتوی، وما عنده ما يرد عن الطغوی فمنهم من افتی بتوريث المنكوحة بالنكاح الفاسد واٰخر ببطلان تزويج الام الصغيرةمن دون حضرةالعم	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اور بے شک بخدا میں نے اس کی تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں وہ پائی جو زبانی دعوی سے خود صدر بن بیٹھے اور فتوی دینے کے درپے ہوئے حالانکہ ان کے پاس وہ علم نہیں جو انہیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے نکاح فاسد سے بیاہی گئی عورت کے وارث ہونے کا فتوٰی دیا تو ان میں سے کسی دوسرے نے یہ فتوٰی دیا کہ چچا کی

[195] ردالمحتار كتاب الجهاد فصل فی كيفية القسمة داراحياء التراث العربی بيروت ۳/ ۲۳۵

[196] ردالمحتار بحواله البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة العربی بيروت ۱/ ۳۰۳

منع انه متوقف لاباطل، واٰخر باعطاء المسمّٰی من نکحت فی عدۃ اختها واٰخر بتحریم بیع هذه القراطیس الافرنجیة المقدرۃ بقدر معلوم من الدراهم بما یزید علی هذا المقدار اوینقص ظنامنه انه ربوٰمع عدم الا تحادجنسا ولا قدرًا۔ واٰخر بتجویز اخذ الربٰو من کفار الهند زعما منه انهادار الحرب مع عدم الانقطاع عن دار الاسلام من کل جانب وشیوع بعض الشعائر الاسلامیة قطعًا۔ واٰخر بحل ماقطع من حیوان حی اٰخذا من قول الهدایة وما ابین من الحی"وان کان میتافمیته حلال "[197] حتی انتهت ریاسة الفتوٰی و انتمت السیادۃ الکبرٰی الٰی من اباح بنت الاخ رضاعًا، وتقدمه مجتهداٰخر فجوز نکاح العمة النسبیة فالی الله المشتکی من فساد الزمان ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلی العظیم وسیعلم هذامن جرب	غیر موجودگی میں ماں کو صغیرہ (نابالغہ) کا عقد کردینا باطل ہے حالانکہ یہ متوقف ہے نہ کہ باطل ہے۔ اور کسی دوسرے نے فتوٰی دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن کی عدت میں شادی کرے مہر مسمّٰی دیا جائے گا۔ اور دوسرے نے ان افرنگی کاغذوں کو جن پر روپوں کی ایک معین مقدار سے زائد یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے کا فتوٰی دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بناء پر کہ یہ تبادلہ سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتوٰی دیا کہ ہندی کافروں سے سُود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ حالانکہ یہ ملک دارالاسلام ہے ہر جانب سے کٹا ہوا نہیں اور بعض اسلامی شعار یقینا جاری ہیں۔ اور ایک نے فتوٰی دیا کہ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے۔ ہدایہ کی اس عبارت سے "اور اگر مردہ ہو تو اس کا مردار حلال ہے۔" اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک کہ ریاست اسی فتوٰی تک پہنچی اور سیادتِ کبرٰی اس سے منسوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک دوسرا مجتہد اس سے آگے بڑھا تو اس نے حقیقی پھوپھی کا نکاح جائز ٹھہرادیا تو فسادِ زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم۔ تو عنقریب اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کرے گا،

[197] الهدایة کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکله ومالا یحل مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۴۱

مثل تجربتی، اسأل الله تطهیر جنانی و تقویم لسانی وتسدید بنانی فبه اعتصامی وعلیه کلانی اٰمین،	اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستگی اور ہاتھ کی صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے میری حفاظت ہے اور اسی پر میرا بھروسا ہے۔ یاالٰہی۔ قبول فرما،
تسجیل: ولعلك تقول لقد کشفت النقاب ورفعت الحجاب فبین لی ماالنکتة فی تقدیم الخبر وانما حقه ان یوخر، **قلت** نعم فیه نکت بدیعة منها ان المحکوم به لماکان خفیا والمحکوم علیه مدرکا جلیًا اشبه الاول بالمعرف والاخر بالتعریف فاستحسن تقدیمه لیکون الاخیر کالتعریف له۔ ومنها تشویق السامع لان النفوس متطلعة الی علم مالا تعلم فاذا سمعت بما هو خفی لدیها ورجت ان یذکر بعده ما یظهره علیها توجهت للاستماع وتفرغت للاطلاع فکان الکلام اوقع وامکن والنفس الیه امیل و اسکن۔ ومنها ان الاعمال لا تقصد فی الشرع لذواتها بل لما یترتب علیها	**تسجیل:** اور شاید تم کہو بے شک تم نے نقاب اٹھادیا اور حجاب کو دُور کردیا تو مجھ سے بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو موخر رکھا جائے۔ **میں کہوں گا** ہاں اس میں بدیع نکتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ محکوم بہ (خبر) جب کہ پوشیدہ ہو اور محکوم علیہ (مبتداء) ادراک میں ظاہر ہو تو پہلا (خبر) معرّف کے مشابہ ہوگا اور دوسرا (مبتدا) تعریف کے مشآبہ ہوگا۔ لہٰذا اس کو مقدم کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کے لیے تعریف کے مانند ہو جائے اور انہیں نکتوں میں سے سننے والوں کو شوق دلانا ہے اس لیے کہ نفوس انجانی بات کو جاننے کے لیے ہمکتے ہیں تو جب کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک پوشیدہ ہے اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر ہے۔ تو سننے کے لیے متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لیے فارغ ہوں گے تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشین اور راسخ ہوگا اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور سکون ہوگا۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ شریعت میں اعمال اپنی ذات کے لیے مقصود نہیں ہوتے۔

من ثمراتها فضلا من المولى سبحٰنه وتعالٰى۔ فكانت الثمرات هى المقاصد وحق المقاصد ان تقدم الى غير ذلك مما لا يخفى على اولى الالباب وفيما ذكرنا ما يغنى عن الاطناب والحمدلله رب العٰلمين هذا كله مما حبانى الملك الجواد تبارك وتعالٰى فقد بان لك صدق فى قولى ان هذا الزاعم لا خبرة له بمناهج الكلام فى النصوص ولا باسباب النزول فى هذا الخصوص ولا بالتفسير المرفوع الى الجناب الرفيع و لا بتصريح القادة فى كلامهم البديع ولا بشيئ مما خلا والحمد لله جل وعلا۔	بلکہ ان ثمرات کے لیے مقصود ہوتے ہیں جو ان پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالٰی کے فضل سے لہٰذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس میں اور بھی نکتے ہیں جو عقل والوں پر پوشیدہ نہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں تطویل سے بے نیازی ہے۔ یہ سب ان عنایتوں سے ہے جو اللہ تبارک وتعالٰی نے مجھے عطا کی۔ اب تمہیں میری سچائی ظاہر ہو گئی میری اس بات میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب نزول کو جانتا ہے۔ اور نہ جنابِ رفیع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر ہے اور نہ رہنمایانِ شریعت کی ان کے کلام بلیغ میں تصریحات کی واقفیت ہے اور نہ ان چیزوں سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں۔ والحمد للہ جل وعلا۔
من وجوه الجواب عن هذا الارتياب اقول: بتوفيق الوهاب لئن جئنا على المماكسة والاستقصاء لما تركناكم ان تزعموا ان الاية لا تقتضى باكرمية الاتقى وان سلمنا الموضوع	اس شبہہ کے جواب میں دوسری وجہ۔ میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقٰی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت میں اکرم ہی

هوالاكرم وذٰلك لان اتقٰكم واكرمكم لايصدقان بل لايصلحان لان يصدقا الاعلى واحد ولا يجوز تعددهما بمعنى الصدق مرة على هذا واخرى على ذاك فاذا ثبت اتحادهما فى الوجود كما هو مقتضى الحمل وجب التعاكس اذلما اتحد مصداقهما وقد علمنا بطلان التعدد كانا كعلمين لجزئى واحد،لك ان تجعل ايهما شئت مرآة لملاحظة وايهما شئت محمولًا عليه و له نظائر جمة تقول افضل الانبياء اولهم خلقا واكرم الرسل اٰخرهم بعثًا۔واحسن الجنّٰت اقربها الى العرش واعظم شجرة فى الجنة طوبٰى۔ ومنتهى جبريل سدرة المنتهٰى،وافضل الصلوة الصلوة والوسطى،وابوك ابوه۔وامك امه،و اول من دخل اٰخرمن خرج،واقل الاعداد اول الاعداد،و الشمس النير الاعظم۔واعلى	موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقاکم اور اکرمکم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر صادق آئیں توان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اس پر صادق ہوں کہ جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہوگیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہوااس لیے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دنوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمہیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو ذات کے لیے مراۃ ملاحظہ بناؤ۔اور جن کو چاہو محمول علیہ بناؤاور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے۔اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔اور جنت میں سب سے بڑا پیڑ طوبٰی ہے۔۔اور جبریل کا منتہی سدرۃ المنتہی ہے اور سب نمازوں سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے۔ اور تمہارا باپ اس کا باپ ہے اور تمہاری ماں اس کی ماں ہے۔اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے۔اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔اور سورج نیرِ اعظم ہے

الافلاک اکبرھا حجما، واخص الکلیات اقلھا افرادًا و فلك جوز ھو فلك القمر و سیارۃ لا تدویر لھا ذکاء و المتحیرۃ السوداء زحل، والخانس الکانس الاحمر مریخ الی غیر ذلك ممالایعد ولایحصی ومحال ان تبدی مثالا یحمل فیه افعل مضافا علی افضل مضافا الی اضیف الیه الاول مع جریا نھما علی معناھما الحقیقی ثم لایصح العکس، فاذا صدقت القضیة بالنظر الی الواقع کفانا ھذا الانتظام القیاس واستنتاج المدعی، والسر فی ذلك ان الموجبات انما تنعکس الی مالا یصلح لکبرویة الاول لجواز عموم المحمول واذا کان ھناك مفھومان لیس لکل منھما الامصداق واحد بحسب ظرف الخارج اوالذھن ایضًا بطل عمومھما بحسب ذلك الظرف (فلایجوزان یکون احدھما اعم من الاٰخر بمعنی شموله له ولغیرہ فی ذلك الظرف) فلم یبق باعتبارہ الا التساوی) اوالتباین ولا ثالث لھما، فان صدقت الحملیة القائلة ان ھذا ذاك	اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے۔ اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جوز فلک قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُلٹے پھرنے والا اور غائب ہو جانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں۔ اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعل التفضیل مضاف ہو کر دوسرے افعل التفضیل پر محمول ہو درانحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیے کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبرٰی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جب کہ دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعوی ہو کہ بے شک یہ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ

وجب صدق القائلة ان ذاك هذا والالجاز السلب فيتبا ينان فتبطل الاولیٰ هف فاذا بلغنا مثلاً عن رجل قولان احدهما قوله لعمرو زيد ابوك والاٰخر قوله ابی ابوك امكن لنا ان نعمل من قوليه شكلاً ينتج ان زيدا ابی لانه اذا صدق قوله ابی ابوك لزم صدق ابوك ابی والا لتعدد ابواهما فبطل الاول واذا صدقت هذه انتظم الشكل بان زيدا ابوك وابوك ابی فزيد ابی،وافعل التفضيل مضافًا الیٰ جماعة اذا كان باقيًا علیٰ معناه الحقيقی المتبادر منه شانه هذا،اذلا يكون الفرد الاكمل من جماعة الاواحدا ولن يصدقن ابدا قضيتان قائلتان بان هذا اكملهم و ذلك اكملهم معًا وهذا ظاهر جدا بل شان هذا انور من شان الشمس واخواتها فان العقل	حملیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا سلب جائز ہوگا توآپس میں دونوں متباین ہوں گے توپہلا قضیہ باطل ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے لہٰذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہو کر کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اس کے دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو یہ نتیجہ دیں کہ زید میرا باپ ہے اس لیے کہ جب اس کا یہ قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول باطل ہو جائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا باپ میرا باپ ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے۔اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی شان یہی ہوتی ہے اس لیے کہ کسی جماعت سے فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو۲ قضیے صادق نہ آئیں گے جو یہ دعوی کرتے ہوں کہ یہ شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص ساری جماعت سے افضل ہے۔اور یہ سب ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لیے کہ عقل

يجيز صدقها علٰی افراد كثيرة ثبيرة واذا وجدلها فی الخارج فرد لم يستبعد وجود اُخر بخلاف افعلهم فانما يقبل الاشتراك علٰی سبيل البدلية واذا صدق فی الخارج علی فرد حال العقل صدقه علی اُخر منحازًا عنه كدأب اسماء الاشارة سواء بسواء فصدق العكس هٰهنا ابين واجلی، واما قول اهل الميزان لا تنعكس الموجبة الاجزئية معنا ہ ان كلما جعلت موضوع موجبة كلية محمولًا و محمولها موضوعًا و اتيت بسورا لكلية كانت القضية كاذبة، فان الواقع يكذبه بل المعنی عدم الاطراد، وهم لا اقتصر نظر هم علی الكليات لايعتدون الا بالمطرد المضبوط الذی لايتخلف فی مادة من المواد، وعدم الاطراد لا يستلزم المراد العدم، ولا اقول: انه عكس منطقی، و لا انها تلزم القضية لزومًا عامًّا لكنها تلزم فی امثال المقام لاشک، فتصدق القضية بالنظر الی الواقع	شمس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف اَفعَلُھُم کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افعل التفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطق والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جزئیہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب ہوگا اس لیے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم متخلف نہ ہو اور عدمِ اطراد اطراد عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے۔ نہ یہ دعوی کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں بلاشبہہ عکس لازم ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے

سمّاھا المیزانیون عکسًا اوّلًا وھذا القدر یکفی لانتظام الشکل فان صادقتین مستجمعتین للشرائط لا تنتجان الاصادقة ولایلزم اثبات الصدق علی انھا عکس منطقی لقضیة صادقة وانکار ھذا من اخنی المکابرات۔ثم ھذا العکس لم یرشدنا الیه الا الاٰیة الکریمة اذھی التی دلتنا علی اتحادھما فی الوجود فاذا کان ھذا فی مفھومین لا تعدد لمصداق شیئ منھما ان ارشادًا الی التعاکس قطعًا کما اذا سمعت رجلًا یقول ابی زید جازلك ان تقول کان الرجل یقول زیدا بی لان زیدًا لایتعددو ابو الرجل لایتعدد فاذا کان ابوہ زیدا کان زید اباہ کذا ھذا من دون شك ولا اشتباہ الحمد ﷲ علی نعمائه وعلیك بتسکین الھواجس یافلسفیاہ۔	صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکسِ اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لیے کافی ہے اس لیے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی کہ اس لیے کہ اس نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقینًا دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمہیں جائز ہے کہ تم کہو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لیے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کے باپ متعدد نہیں۔ تو جب اس کا باپ زید ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے۔ اسی طور پر بلا شک و شبہہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لیے اس کی نعمتوں پر حمد۔ اور اے فلسفی تجھے لازم ہے کہ وساوس کو ساکن رکھ،
الثالث من وجوہ الجواب اقول: و ربی ھادی الصواب اخترنا عن ھذا کلّه وسلمنا ان مفاد الاٰیة الاولٰی قولنا	وجوہِ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولیٰ کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

کل اکرم اتقٰی وینعکس بعکس النقیض الٰی قولنا "من لیس باتقٰی لیس باکرم" وقد اثبتنا فیما اسلفنا عرش التحقیق علی ان المراد بالاتقی فی الایۃ الثانیۃ اعنی قولہ تعالٰی "وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی ﴿ۙ۱۷﴾ "[198] اتقی الصحابۃ جمیعًا فوجب ان لایکون احد من الصحابۃ اتقی منہ۔ ولامساویًا لہ فی التقوٰی اذا ثبت ھذا فنقول کل صحابۃ فھو لیس باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منہ لیس باکرم منہ۔ انتج ان کل صحابۃ فھو لیس باکرم من ابی بکر وصغری القیاس معدولۃ کما لوحنا الیہ بتقدیم اداۃ الربط علی حرف السلب ولك ان تجعلھا موجبۃ سالبۃ المحمول اعنی علی قول قوم من المتاخرین ویرشدك الٰی مایزیح وھمك جعل السلب فی الکبرٰی مراۃ الملاحظۃ افراد الاوسط۔ وان شئت لم تعکس الاٰیۃ الاولٰی ایضا ونسجت الشکل	کل اکرم اتقٰی (یعنی ہر اکرم سب سی بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقٰی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرش تحقیق کو ثابت کردیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک و تعالٰی کے قول "وَسَیُجَنَّبُهَا الۡاَتۡقَی ﴿ۙ۱۷﴾ " میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقوٰی میں اس کے کوئی مساوی ہو۔ جب یہ ثابت ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغرٰی معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اداتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کرکے اشارہ کیا اور تمہیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمہاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمہارے وہم کو دور کردے سلب کو کبرٰی میں افراد اوسط کے لیے مراۃ ملاحظہ بنانے سے ہوگی۔ اور اگر تم چاہو تو آیتِ اولٰی کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیتِ ثانیہ کے طرز پر منتظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابوبکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں۔ اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر

[198] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

علی منوال الثانی بان تقول لاشیئ من الصحابة اکرم من ابی بکر و کل اکرم من ابی بکر اتقی منه انتج ان لا شیئ من الصحابة اکرم من ابی بکر و لعلّك ان تقرره قیاسًا استثنائیًا یرفع المقدم لرفع التالی فتقول لوکان احد من الامة اکرم من الصدیق لکان اتقی منه لان کل اکرم اتقی لکنهم لیسوا باتقی منه للاٰیة الثانیة فلیسوا باکرم منه وفیه المقصود۔	مقرر رکھو جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کردے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لیے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ۔ تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔
تنبیه: سیقول السفهاء من الناس ماولکم عن دعوٰکم التی کنتم علیها فان الثابت علی هذه التقاریر الثلثة الاخیرة انما هو نفی اکرم من الصدیق وهو لا یستلزم اکرمیته رضی الله تعالٰی عنه اذ یحتمل التساوی۔	**تنبیہ:** اب کہیں گے بے وقوف لوگ اس دعوٰی سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں پھیر دیا اس لیے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی نفی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (اولویت) سب پر لازم نہیں آتی اس لیے کہ تساوی کا احتمال ہے۔
اقول: اوقد قالوا افلئن قالوا فلقد زاغوا۔	**اقول:** کیا ان بے وقوفوں نے یہ بات کہی اگر انہوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف ہوگا۔
اما **اولًا** فنصوص الشرع و محاورات البلغاء طافحة بسوق الکلام الٰی غرض التفضیل علی الاطلاق علی هذا المساق یقولون لیس احد افضل من فلان ویریدون انه افضل الکل وذلك لان التساوی	**اولًا** نصوص شرع اور اہلِ بلاغت کے محاورے اس ڈھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام کو علی الاطلاق فضیلت بتانے کی غرض سے اس طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب سے افضل ہے اور یہ اس لیے کہ تساوی حقیقی عادتًا گویا

الحقیقی کالمحال عادۃ وعلیك بکلام شراح الحدیث۔ **واما ثانیًا**:فلك ان تضم الیه اجماع الامة علی وجود التفاضل والحق لایخرج عن اقوالھم۔ **واما ثالثًا**:ھوالطراز المعلم ان العارف باسالیب الکلام یفھم من الایة الاولی تسبب التقوی لایراث الکرامة وقصر حصولھا علی حصوله وبه صرحت الاحادیث الناشیة عن ارشاد الایة اللاحظة الی ملحظ الکریمة انبأنا سراج الحنیفة بالسندعن الشریف عن محمد بن ارکماش عن العلامة ابن حجر عسقلانی عن عبدالرحمن بن احمد بن المبارك الغزی عن احمد بن ابی طالب الحجارعن علی بن اسمعیل بن قریش عن الحافظ المنذری قال فی کتاب الترغیب والترھیب عن عقبة بن عامر رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال ان انسابکم ھذہ لیست بسباب علی احد وانما انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤہ لیس لاحد فضل علی احد الابالدین او	محال ہے اور تم شراح حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔ **ثانیًا**: تمہیں یہ اختیار ہے کہ اس کے ساتھ وجود تفاضل پر امت کا اجماع ضم کرو اور حق اقوالِ اُمت سے باہر نہ ہوگا۔ **ثالثًا**:اور وہ وجہ طراز معلم یہ کہ اسالیب کلام کا واقف آیتِ اولٰی سے سمجھتا ہے کہ تقوٰی عزت حاصل ہونے کا سبب ہے اور عزت کا حصول تقوٰی کے حصول پر منحصر ہے اسی کی تصریح ان احادیث نے کی کہ جو ارشادِ آیت سے ناشی ہیں اور آیتِ کریمہ کے مطمح نظر کی طرف دیکھتی ہیں۔ہمیں سراج الحنفیہ نے خبر دی اپنی سند سے۔وہ روایت کرتے ہیں شریف سے۔وہ روایت کرتے ہیں محمد ابن ارکماش سے۔وہ روایت کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے۔وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن ابن احمد ابن مبارک غزی سے۔وہ روایت کرتے ہس احمد ابن ابی طالب حجار سے۔وہ روایت کرتے ہیں علی ابن اسمٰعیل ابن قریش سے۔وہ روایت کرتے ہیں حافظ منذری سے۔انہوں نے فرمایا،کتاب الترغیب والترہیب میں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا یہ نسب کسی کے لیے گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانہ کی طرح جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح کے سبب۔اس

عمل صالح۔رواہ احمد والبیہقی کلاھما من روایۃ ابن لھیعۃ ولفظ البیہقی قال لیس لا حد علی احد فضل الابالدین او عمل صالح حسب للرجل ان یکون بذیا بخیلا۔وفی روایۃ لیس لاحد علی احد فضل الابدین اوتقوٰی وکفی بالرجل ان یکون بذیا فاحشا بخیلا۔قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طف الصاع بالاضافۃ ای قریب بعضکم من بعض[199] اھ قلت واخرجہ الطبرانی فی حدیث طویل من طریق ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما ولفظہ انما انتم من رجل وامرأۃ کجُمام الصاع لیس لاحد علی احد فضل الاّ بالتقوٰی[200] اھ قولہ صلی اللہ تعالٰی لیہ وسلم کجُمام الصاع جُمام بالضم مایملأ والمعنی انکم متساوون فی القدر کحبّات الصاع تکال فیعرف مقدارھاواستواء ھابمثلھا کیلاً من

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے ابن لہیعہ کی روایت سے۔اور بیہقی کے لفظ یوں ہیں۔کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح سے۔اور آدمی کے بُرا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ بدزبان کنجوس ہو۔اور ایک روایت میں ہے۔کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا تقوٰی سے۔اور آدمی کے لیے کافی برائی ہے کہ وہ بدگو بے حیاء کنجوس ہو۔حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول"طف الصاع"اضافت کے ساتھ کا معنی یہ ہے یعنی تم میں سے بعض بعض کے قریب ہے۔انتہی۔

قلت(میں کہتا ہوں)اور طبرانی میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طریق سے،اور ان کے لفظ یہ ہیں۔تم لوگ ایک مرد اور عورت سے ہو جمام صاع کی طرح۔کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے انتھی۔حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول "جُمام صاع" جمام بضم جیم وہ چیز ہے جو پیمانہ میں بھری جاتی ہے اور معنی یہ ہے کہ تم قدر میں ایک دوسرے سے برابر ہو پیمانہ کے حبّوں کی طرح جس کو پیمانہ میں بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

---

[199] الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانہ لا فضل لاحد الخ حدیث ۶ و ۷ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[200] الجامع لاحکام القرآن تحت الایۃ ۴۳/ ۴۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱۶/ ۸۲

دون حاجة الی الوزن لتساویها ثقلًا و اکتنازًا وبه قال المنذری عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنه "ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال له انظر فان لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوٰی ۔رواہ احمد و رواته ثقات مشهورون الا ان بکر بن عبداللہ المزنی لم یسمع من ابی ذر۔اھ[201]	ان کی برابری پیمانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انہیں تولنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے کہ بوجھ اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔اور اسی مضمون کو منذری نے ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا"بے شک تم سیاہ فام سے اور سُرخ سے بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے۔مگر یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقوٰی کی وجہ سے۔"اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔اور اس کے راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبد اللہ مزنی نے اس حدیث کو ابوذر سے نہیں سنا۔انتہی،
قلت والمرسل مقبول عندنا وعند الجمهور۔وبه قال عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهما قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی اوسط ایام التشریق خطبة الوداع فقال۔یا ایها الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد۔الا لا فضل لعربی علٰی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علٰی اسود ولا لا سود علٰی احمر الا بالتقوٰی ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم الاھل	**قلت**(میں کہتا ہوں)اور مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔اور اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کے درمیانی دن میں خطبہ الوداع دیا کہ فرمایا"اے لوگو۔بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقوٰی سے۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے

[201] الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانه لا فضل لاحد الخ حدیث ۸ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

بلغت، قالوا بلٰی یارسول الله، قال فلیبلغ الشاهد الغیب، ثم ذکر الحدیث فی تحریم الدماء والاموال والاعراض رواه البیهقی وقال فی اسناده بعض من یجهل[202] انتهی

سنتے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچادیا۔ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں۔ یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچادیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے خون۔ مال اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا اس کی سند میں بعض مجہول ہیں۔

قلت ولا یضرنا فی الشواهد واخرج الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی الله عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم المسلمون اخوة لا فضل لاحد علی احد الا بالتقوی۔[203] وبالجملة فالاحادیث کثیرة فی هذا المعنی ثم ان الکرامة والتقوٰی کلاهما مقولان بالتشکیك فکلما زاد زادت وکلما نقص نقصت و المتساویان فیه یتساویان فیها کالعصیان عــــہ سبب للهوان فیزداد بزیادته وینتقص بانتقاصه وهکذا فاذا ثبت هذا کان معنی قولنا کل اکرم اتقی منحلا الی ثلث قضایا احدها هذه والثانیة کل ناقص فی الکرم عن غیره ناقص عنه فی التقوٰی

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی جہالت مضر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حبیب بن خراش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے۔ بالجملہ اس معنی کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں مگر کرامت اور تقوٰی دونوں تشکیک کے ساتھ بولے جاتے ہیں تو جب تقوٰی زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی اور جب تقوٰی کم ہوگا کرامت کم ہوگی۔ اور تقوٰی میں متساوی کرامت میں متساوی ہوں گے جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا۔ تو ذلت عصیان کی زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے۔ اور یونہی جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول "کل اکرم اتقٰی" کے معنی کی تحلیل تین قضیوں کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا

عــــہ: ای فی اصل قضیة المجازاة اماتدارك الرحمة ففضل الٰهی یختص به من یشاء ما اسلفنا تحقیقه (۱۲ منه) غفرله۔

یعنی اصل مقتضائے مجازات میں رہا تدارک رحمت تو یہ فضلِ الٰہی ہے اللہ تبارک و تعالٰی جسے چاہے اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ منہ غفرلہ

[202] الترغیب والترہیب من احقار المسلم وانہ لا فضل لاحد الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲ تا ۶۱۳

[203] المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/ ۲۵

والثالث کل متساویین فیھما متساویان فیہ والایۃ الثانیۃ ایضاتنحل الی ثلث مقدمات"ابوبکر اتقی الکل"وھو المنطوق ولا یزید علیہ احد فی التقوی و لایساویۃ احدفیہ و عندھذا لیسھل علیك دفع الاشکال ونظم الاشکال لقطع الاحتمال والحمد للہ المھیمن المتعال ھذا ما الھمنا المولی تبارك وتعالی بمنیع فضلہ ورفیع کرمہ ومنحنا من عظام اٰلائہ وحسان نعمہ فی تقریر دلیل اھل السنۃ والجماعۃ ودفع شبھات(اھل)البطالۃ والخلاعۃ وارجو ان تکون عامۃ ما فی تلك الخیام من عرائس بیض تجلو الظلام وبسائم تکشر عن برد الغمام۔اکون انا ابا عذرتھا وماذون الدخول فی حجرتھا وان قال الاول لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد۔ فقلت اناقد قدر اللہ فلا تنکر۔ان لحق العاجز بالقادر کیف وقد فاز بافضالہ ال۔کل فماظنك بالقادری۔

یہ ہے کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنہ فی التقوی (عزت میں دوسرے سے کم تر اس سے تقوی میں کمتر ہے) اور تیسرا کل متساویین فیھما متساویان فیہ (ہر وہ شخص جو تقوی میں برابر ہیں وہ عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت میں تمہیں اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لیے جو نگہبان و برتر ہے۔۔۔۔۔۔یہ وہ ہے جو ہمیں اللہ تبارک و تعالی نے الہام فرمایا اپنے فضل عظیم اور کرم رفیع سے۔اور بخشا ہمیں اپنے عظیم احسانوں سے۔اور حسین نعمتوں سے اہلسنت و جماعت کی دلیل کی تقریر میں تائید اور اہل بطالت وضلالت کے شبہات کے دفع کرنے کے لیے۔اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خیموں میں جو خوبصورت دلہنیں ہیں وہ اندھیروں کو دور کریں اور مسکراتی صورتیں جو بارش کے اولے دکھائیں ان میں سے اکثر کا میں ہی صاحب ہوں۔اور ان کے حجرے میں دخول کا مجاز ہوں۔ اور مجھ سے پہلے نہ کہا تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کردے۔تو میں نے کہا بے شک اللہ نے مقدر کیا تو اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو قادر سے ملحق کردیا۔یوں نہ ہو حالانکہ اللہ کے فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا گمان ہے۔قادری کے ساتھ۔

خاتمہ: رزقنا الله تعالٰی حسنها امین فان قلت لقد تفضل الله علیك یا وضیع القدر فنطقت بکلمات بلغن قاموس البحر فماذا تأمرنی فی المسئلة اقطع بتفضیل الصدیق نظرًا الی هذا الاستدلال۔ مع مافی الایة من تاویل واحتمال۔ اذ ذهب ذاهبون الی ان الاتقی بمعنی التقی وان زیفت قولهم بتحقیق نقی۔	**خاتمہ**: اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔ اب اگر تم کہو بے شک اللہ نے اے کمترین۔ تیرے اوپر احسان فرمایا تو تُو نے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گئے۔ اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے۔ آیا میں فضیلت صدیق کا یقین لاؤں،۔ اس استدلال پر نظر کرتے ہوئے باوجود یہ کہ اس آیت میں تاویل و احتمال ہے اس لیے کہ جانے والے اس طرف گئے کہ اتقی بمعنی تقی ہے اگرچہ تُو نے ان کا قول ستھری تحقیق سے غلط ثابت کردیا۔
قلت نعم اقطع ولاتبال بما قیل او مایقال اذ قاطعان لایأتیان قط الا بقطع وقد سمعت ان الصدیق هو المراد بالاتقی باجماع الامة قاطبة ولم ینقل فی ذلك شذوذ شاذ فکان قطعیا والایة الاُخری نص فی المرام لا شك اما ما ذکرت من حدیث من ذهب الی ما ذهب فقد سمعت ان الاٰیة لا مساغ فیها للتاویل واحتمال بلا دلیل لاینزل التنزیل عن درجة برهان قاطع جلیل، الا تری ان کل نص یحتمل التاویل ومع ذٰلك هو قطعی قطعًا کما صرح به ائمة الاصول۔	**قلت** (میں کہتا ہوں) ہاں یقین کر اور قیل و قال کی پرواہ نہ کر۔ اس لیے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا۔ اور تم سن چکے کہ صدیق ہی مراد ہیں اتقی سے ساری امت کے اجماع کے بموجب اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ بھی منقول نہیں۔ تو یہ اجماع قطعی ہوا۔ اور دوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی جس کی طرف جانے والے گئے۔ تو تم سُن چکے کہ آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے نازل نہیں کرتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل کی محتمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

وتحقیق المقام علی ما الهمنی الملك العلام ان العلم القطعی یستعمل فی معنیین۔ **احدهما:** قطع الاحتمال علی وجه الاستیصال بحیث لایبقی منه خبرولا اثروهذاهو الاخص الاعلیٰ کما فی المحکم والمتواتر وهو المطلوب فی اصول الدین فلا یکتفی فیها بالنص المشهور۔ **والثانی:** ان لایکون هناك احتمال ناش من دلیل و ان کان نفس الاحتمال باقیًا التجوز و التخصیص و سائر انحاء التاویل کما فی الظواهر والنصوص و الاحادیث المشهورة والاول یسمی علم الیقین و مخالفه کافر علی الاختلاف فی الاطلاق کما هو مذهب فقهاء الأفاق، والتخصیص بضروریات الدین ما هو مشرب العلماء المتکلمین۔و الثانی علم الطمانیة و مخالفه مبتدع ضال ولا مجال الی اکفاره کمسئلة وزن الاعمال یوم القیمة قال تعالیٰ "وَالْوَزْنُ یَوْمَىِٕذِ ﹰالْحَقُّ ۚ"[204] ویحتمل النقد احتمالًا لاصارف	**اور مقام کی تحقیق** اس طور پر جو مجھے اللہ ملک العلام نے الہام کیا یہ ہے کہ علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ **ایک** تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہوجائے باین طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔اور یہ اخص اعلیٰ ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے۔اور اصولِ دین میں یہی مطلوب ہے۔تو اس میں نصِ مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔ **دوسرا:** یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو۔جیسے کہ مجاز اور تخصیص۔اور باقی وجوہِ تاویل۔جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیث مشہورہ میں ہے۔اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقًا۔جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے یا ضروریات دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے اور دوسرے کا نام علم طمانیت ہی اور اس کا مخالف بدعتی و گمراہ ہے اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں۔جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ۔اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اور قیامت کے دن تول ہونا برحق ہے" اور یہ آیت نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال رکھتی ہے۔

[204] القرآن الکریم ۸/۷

اليه ولا دليل اصلاعليه فيكون كقولک"وزنته بميزان العقل"وهورائج فى العجم ايضًاتقول"سخن سنج"اى ناقدا لكلام۔ و مسئلة رؤية الوجه الكريم للمؤمنين۔رزقنا المولٰى بفضله العميم۔قال تعالٰى "وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ﴿۲۳﴾ "[205] ويحتمل احتمالًا كذلك ارادة الامل و والرجاء وهو ايضًا مما توافقت عليه العرب والعجم تقول"دستِ نگر من ست"اى يرجو عطائى ويحتاج الى نوالى وهٰكذا مسئلة الاسراء الى السمٰوٰت العلى و الشفاعة الكبرٰى للسيد المصطفٰى عليه افضل التحية والثناء فكل ذل ثابت بنصوص قواطع بالمعنى الثانى۔ ولذا لا نقول بالكفار المعتزلة والروافض اولالين المأؤلين۔و هكذا الظن له معينان اذمقابل الاعم اخص والاعم اخص كما لا يخفى۔اذا عرفت هذا فسئلتنا هذه ان اريدفيها القطع بالمعنى الاخص فهذا	جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے۔اب آیت کا معنٰی تمہارے قول"میں نے اس کو میزانِ عقل سے تولا"کے مثل ہوگا۔اور یہ عجم میں رائج ہے۔تم کہتے ہو"سخن سنج"یعنی کلام کو پرکھنے والا۔ اور مومنین کے لیے اللہ تبارک وتعالٰی کے دیدار کا مسئلہ۔مولائے کریم اپنے فضلِ عظیم سے نصیب فرمائے۔اللہ تعالٰی نے فرمایا"کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے"احتمال رکھتا ہے اسی طرح اُمید ورجاء کے ارادے کا۔اور یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب وعجم سب متفق ہیں۔تم کہتے ہو"دستِ نگر من ست"یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے۔اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کُبرٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنی پر نصوصِ قطعی سے ثابت ہیں۔اور اسی لیے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے۔اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں اس لیے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

[205] القرآن الکریم ۷۵ /۲۳و۲۲

جبل وعر صعب المرتقی۔ اذما ورد فیھا فاما نص او ظاھر وکلاھما یقبلان التاویل ولو قبولا ضعیفا بعیدا او ابعد اضعف مایکون کالاتقی فیما نحن فیه یحتمل التجوز بالبالغ فی التقوٰی والخیر والافضل فی الاحادیث یحتمل تقدیر من کقول القائل "فلان اعقل الناس" وما جاء من الاحادیث مفسّرا محکما فاحاد تطرق الیھا الاحتمال من قبل النقل لکنا مالنا و لھذا القطع، اذلا نقول باکفار المفضلة ومعاذ الله ان نقول اما الا بتداع فیثبت بخلاف القطع بالمعنی الثانی وھو حاصل لا شك فیه لایسوغ انکارہ الا لغافل او متغافل فقد تظافرت علیه النصوص تظافرا جلیا و بلغت الاخبار تواترا معنویا والاحتمالات الرکیکة السخیفة الناشیة من غیر دلیل لا تقدح فی القطع بھٰذا المعنی کما صرحت به علماء الاصول وزادنا نورا الٰی نور و رشادا الٰی رشاد اجماع الصحابة الکرام و	پہاڑ ہے سخت دشوار گزار چڑھائی والا۔ اس لیے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ ابعد اضعف سہی۔ جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقوٰی اور خیر میں بالغیت کے معنی مجازی کا احتمال رکھتا ہے اور احادیث میں لفظ افضل کے مقدر ہونے کا احتمال رکھتا ہے جیسے کوئی کہے "فلان اعقل الناس" (فلاں شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو احادیث مفسر محکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں جن میں روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام۔ اس لیے کہ ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں۔ لیکن اُن کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلاشک حاصل ہے جس کا انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لیے کہ اسپر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رکیک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے۔ جیساکہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے لیے نُور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور

التابعین العظام ما نقله جمهور الائمة الاعلامه، منهم سیدنا عبدالله بن عمر وابو هریرة من الصحابة ومیمون بن مهران من التابعین والامام الشافعی من الاتباع وغیرهم من لایحصون لکثرتهم۔ و حکایة ابن عبدالبر لا معقولة فی الدرایة ولا مقبولة فی الروایة کما حققناه فی مطلع القمرین مع ما ارشدنا القرآن العظیم واحادیث المصطفٰی الکریم علیه افضل الصلوة والتسلیم الٰی دلائل جمة توخذ منهما بالاستنباط ووفق لها هذا الفقیر الضعیف کما عقدنا لها الباب الثانی من الکتاب البیر فلولا الاواحد من هذه لشفی وکفی ودفع کل ریب ونفی، فکیف اذا کثرت وجلت وعقدت و حلت ورعدت و برقت و اضاء ت واشرفت فلا وربك لم یبق للشك محل ولا للریب مدخل والحمدلله الاعلی الاجل۔ اما قول من قال انا وجدنا النصوص متعارضة فهذا اخبار عن نفسه فکیف یحتج به علی من نظر وابصر ونقد واختبر فقتلها خبرا واحاط بما لدیها علمًا علی	تابعین عظام کے اجماع نے۔ جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے جمہور آئمہ اعلام نے۔ ان میں عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ صحابہ میں سے۔ اور میمون ابن مہران تابعین میں سے۔ اور امام شافعی تبع تابعین میں سے۔ اور ان کے سواجن کی گنتی نہیں بوجہ ان کی کثرت کے۔ اور ابن عبدالبر کی حکایت نہ توازراہِ درایت معقول ہے اور نہ روایت مقبول ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق کی ہے مطلع القمرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن کی طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیثِ مصطفٰی کریمہ علیہ الصلوۃ والسلام نے کی۔ یہ دلائل قرآن و حدیث سے استنباط کے ذریعہ ماخوذ ہیں اور ان کے لیے اس فقیر ناتواں کو توفیق ہوئی جیسا کہ ہم نے اس کے لیے اپنی کتاب کبیر کا باب دوئم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے نہ ہوتی مگر ایک دلیل تو وہ بھی شافی وکافی ہوتی اور ہر شک کی دافع و نافی ہوتی تو کیا گمان ہے جب کہ یہ دلائل کثیر و جلیل ہوں اور دین کی گرہیں باندھیں اور شبہوں کی رسیاں کھولیں اور گرجیں اور چمکیں اور روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا محل باقی رہا نہ شبہہ کا مدخل۔ والحمدللہ الاعلی الاجل۔ رہی اس کی بات جس نے ہاہم نے نصوص کو متعارض پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے۔ تو وہ کیسے حجت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا اور غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب پرکھ کے جان لیا اور انکے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

انه ان ارادا التعارض الصوری وقد یطلق علیه ایضًا کقول الا صولیین یقدم المحکم علی المفسّرو المفسر علی النص والنص علی الظاھر عند التعارض مع انه لاتعارض لضعیف مع قوی فھذا لایضرنا ولا ینفعه وان اراد الحقیقی اعنی تزاحم الحجتین علی حد سواء فنقول معنا ناش عن غفول وعلی قائله او من یمشی بمشیه ان ینور دعواہ ببینة مبینة وانی لھم ذالك ولیت شعری الامر یودی ضیق العطن اذا رأی احادیث لاتخیر وابین الانبیاء[206] ولا تفضلونی علٰی یونس بن متی[207] وافضل الانبیاء آدم[208] وذالك (ای) خیرالبریة ابراھیم[209] ایقول بتعارض النصوص فی تفضیل المصطفٰی	کیا۔علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی آتا ہے جیسے اصولی کہتے ہیں کہ محکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا اور اگر اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور اس کے قائل پر یا جو اس کے طریقے پر چلے لازم ہے کہ اپنے دعوی کو روشن دلیل سے منور کرے اور ان کو یہ کیونکر بن پڑے گا۔اور کاش میں سمجھتا کہ کہ بندش کی تنگی کا انجام یا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں دیکھتے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اور مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو،اور آدم افضل انبیاء ہیں۔اور ابراہیم خلق میں سب سے بہتر ہیں۔کیا وہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[206] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۵،صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسی علیہ السلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۸

[207] اتحاف السادۃ المتقین کتاب قواعد العقائد "الاصل السابع" دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۵

[208] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۶۱ المکتبۃ الفیصیلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۶۰،

[209] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراھیم علیہ السلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۵

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی العالمین جمیعا ام یرجع الٰی نفسہ فیدری ان التعارض شیئ ومجرد وجود النفی و الاثبات شیئ اخر۔ وبھٰذا التحقیق البدیع الانیق الذی خصنا بہ المولٰی تبارك وتعالٰی امکن لنا التوفیق بین کلمات الائمۃ الکرام فمن قال بالقطع ونفی الظن فانما ارادا لقطع بالمعنی الا عم والظن وبالمعنی الاخص وھو حق لا مریۃ فیہ ومن عکس فقد عکس وھو صدق لاغبار علیہ۔فان تخالج فی صدرك ان المسئلۃ من الاعتقادیات فکیف ا کتفیتم بالقطع بالمعنی الثانی۔ **قلت** ھذا اشد ورودًا علی القائلین بالظن ان ارادوا الظن بالمعنی الاخص والحل ان المسئلۃ لیست من اصول الاسلام حتی یکفر جاحدھا کمسئلۃ امامۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وبھذا المثال ینقطع قلب من قال من بطلۃ الزمان انھا اذا لم تکن من الاصول کما صریح بہ السید الشریف فی شرح المواقف[210]	کی سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی واثبات دوسری شے ہے۔اور اس تحقیق انیق و بے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک و تعالٰی نے ہم کو عنایت کی ہم کو آئمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاعم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص۔ اور حق یہ ہے جس میں کوئی شبہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اور وہ سچ ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔اب اگر تمہارے سینے میں یہ خلش ہو کہ یہ مسئلہ تو اعتقادیات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے اکتفا کرلیا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظنی کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جب کہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں۔اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصولِ اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے۔ جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت کا مسئلہ۔اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہو جائے گا جو اس زمانہ کے اہلِ باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف

[210] شرح الموقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الرضی قم ایران ۸ /۳۴۴تا۴۰۱

وغیرہ من المتکلمین الفحول وکذا قد شھد علٰی نفسہ بالرسۃ الکبرٰی فی مناصب الجھل والسفاھۃ من قال اذلم تکن قطعیۃ قلنا ان نطوی الکشح عن تسلیمھا قل لھم اترکوا الواجبات باسرھا ثم انظروا ما یأتیکم من وعید الشریعۃ وتأثیمھا واذ قد علمت ان ھذا التحقیق یرفع الخلاف ویورث التطبیق فعلیك بہ اتفقت الاقوال اواختلفت اذ کلمۃ جامعۃ خیر من آراء متدافعۃ فان رأیت شیئا من کلمات المتاخرین تابی ھذا النور المبین فاعلم ان تخطیۃ ھذا البعض خیر من تخطیۃ احد الفریقین من آئمہ الدین،لاسیما القائلین بالقطع فھم العمد الکبار للدین الحنیف۔وبھم تشید ارکان الشرع المنیف۔ فمنھم من ھو اولھم واولٰھم سیدھم ومولٰیھم اکثرھم للتفضیل تفصیلا واشد ھم علی المخالف تنکیلا سیدنا المرتضٰی اسد اللہ العلی الاعلی کرم اللہ تعالٰی وجھہ الکریم اذقد تواتر عنہ فی ایام امامتہ وکرسی زعامتہ

میں اور دوسرے علماء متکلمین نے اس کی تصریح کی اور یونہی مناسب جہل و حماقت میں اپنی زعمتِ کبرٰی پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم اسے تسلیم کرنے سے پہلو تہی کریں۔ان سے ہو سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گنہ گار ہونے کی تہدید آتی ہے۔جب تم نے جان لیا کہ یہ تحقیق خلاف کو اٹھاتی اور کلماتِ علماء میں مطابق پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لیے کہ ایک جامع بات باہم ٹکراتی باتوں سے بہتر ہے تو اگر تم دیکھو کلماتِ متاخرین میں کوئی عبارت اس نورِ مبین سے اِباء کرتی ہے تو جان لو کہ اس بعض کو خاطی جاننا بہتر ہے اس سے کہ آئمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے خصوصًا وہ آئمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں اس لیے کہ وہی دین حنیف کے بڑے ستون ہیں اور انہیں سے شرع بلند و برتر کے ستون قائم ہیں۔تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے زیادہ اول واولٰی اور ان سب کے سید و مولٰی اور مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے سیدنا علی مرتضٰی اللہ بلند وبالا کے شیر کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس لیے کہ ان کے ایامِ خلافت اور کرسی زعامت میں

تفضیل الشیخین علٰی نفسه وعلی سائر الامة۔ورمٰی بهابین اکتاف الناس و ظهورهم حتی جلی ظلام شکوك مدلهمة۔روی الدارقطنی عنه رضی الله تعالٰی عنه قال لااجداحدًا فضلنی علی ابی بکر و عمر الاجلدته حد المفتری[211] عــــه۔	ان کا شیخین ابوبکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور کر دیا۔دار قطنی نے اسی جناب سے روایت کیا۔فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتری کی حد ماردوں گا۔

عــــه:وقد کان رضی الله تعالٰی عنه یبوح بهذا فی المجامع الشاملة والمحافل الحافلة والمساجد الجامعة وفیهم من فیهم من الصحابة والتابعین لهم باحسان ثم لم ینقل عن احد منهم انه ردقوله هذا ولقد کانوا اتقی الله تعالٰی من ان یسکنوا عن حق اویقروا علٰی خطاٰ هم الّذین وصف الله سبحٰنه وتعالٰی فی القرآن العظیم بانهم "خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عام مجمعوں میں اور بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو اور بے شک وہ اللہ تعالٰی سے بہت ڈرنے والے تھے اور اس بات سے دور تھے کہ حق بتانے سے خاموش رہیں یا کسی خطا کو مقرر رکھیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا "اور تم بہترین اُمت ہیں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی کہ (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

[211] الصواعق المحرقة بحواله الدار قطنی الباب الثالث الفصل الاول دار الکتب العلمیه بیروت ص ۹۱

قال سلطان الشان ابو عبداللہ الذہبی حدیث صحیح۔ **قلت** انظر الی ھذا الوعید الشدید افتراہ معاذ اللہ مجترأعلی اللہ تعالٰی فی اجراء الحدود مع تعارض الظنون وھو الراوی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علی وسلم ادرؤاالحدود[212] اخرجہ عنہ الدارقطنی والبیہقی۔ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم	اس فن کے سلطان حضرت ابوعبداللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس وعید شدید و دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کروگے پناہ بخدا اللہ تبارک و تعالٰی پر جرات کرنے والا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا "حدود کو دفع کرو۔ مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیہقی ودارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے "مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جب تک تم کو استطاعت ہے۔ تم اگر تم مسلمان کے لیے کوئی راہِ خلاص پاؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"[213] وائمتھم الکرام کانوا اتقی ومنھم احرص علی الرشد والصواب۔ و قد کانوا یحثون العلماء علی ابانۃ الحق ان خطاء وتقویمہ الاودان مالوا۔

بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہو" اور اس گروہ کے آئمہ کرام ان سے زیادہ متقی اور ہدایت و صواب پر ان سے زیادہ حریص تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ منحرف ہوں۔

---

[212] سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات حدیث ۳۰۶۲ /۳ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۶۲، سنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبھات دارصادر بیروت ۸/ ۲۳۸

[213] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

فان وجد تم للمسلم مخرجًا فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة رواه ابن ابی شیبة والترمذی[214] والحاکم و البیهقی عن اُم المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنهما ومنهم میمون ابن مهران من فقهاء التابعین سُئِل ابوبکر و عمر افضل ام علی۔فقف شعره و ارتعدت فرائصه حتی سقطت عصاه من یده وقال ما کنت اظن ان اعیش الی زمان یفضل الناس فیه احدًا علی ابی بکرو عمر اوکما قال رواه ابونعیم[215] عن فرات بن السائب۔ومنهم عالم المدینة الامام مال بن انس رضی الله تالٰی عنه سُئِل عن افضل الناس بعد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم	تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لیے کہ امام کا در گزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت میں خطا کرے "اس حدیث کو ابن ابی شیبہ۔ترمذی۔حاکم اور بیہقی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا اور انہیں میں سے حضرت میمون ابن مہران ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابوبکر و عمر افضل ہیں یا علی تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انہوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا۔جس میں لوگ ابوبکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔یا جیسا انہوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے۔اور انہیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل کے بارے میں۔تو فرمایا ابوبکر وعمر۔پھر

[214] المستدرك للحاکم کتاب الحدود باب ان وجدتم لمسلم مرجا الخ دارالفکر بیروت ۴ /۳۸۴،جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱ /۱۷۱،السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸ /۲۳۸،المصنف لابن ابی شیببیه کتاب الحدود باب فی درء الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ دارالکتب العلمیه بیروت ۵ /۵۰۸

[215] حلیة الاولیاء ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مهران دارالکتاب العربی بیروت ۴ /۹۲و۹۳

فقال ابوبکر و عمر۔ثم قال اوفی ذٰلك شك ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم الاکرم[216] سیدنا ابو حنیفه رضی الله تعالٰی عنه سئل ن علامات اهل السنة فقال ان تفضل الشیخین وتحب الختنین و تمسح علی الخفین[217] ومنهم عالم قریش مالئی طباق الارض علمًا سیدنا الامام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی نقل اجماع الصحابة والتابعین علٰی تفضیل الشیخین ولم یحك خلافا[218] ومنهم امام اهل السنة و الجماعة صاحب الحکمة الیمانیة سیدنا الامام ابو الحسن الاشعری رحمة الله تعالٰی علیه کما نقل عنه العلماء الثقات ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذکر فی قواعد عقائد الاماجد وذر فیها مسئلة التفضیل وقال فی اٰخرها ان فضل	فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے۔اور انہیں میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم رکھنے والے سب سے زیادہ مکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا اہلسنت کی علامات کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابوبکر و عمر کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل جانے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں دامادوں سے محبت کرے اور خفین پر مسح کرے۔انہیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن ادریس شافعی مطلبی انہوں نے صحابہ اور تابعین افضلیتِ شیخین پر اجماع نقل کیا۔ اور انہیں میں امام اہلسنت و جماعت حکمتِ یمانیہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں۔جیسا کہ ان سے علمائے ثقات نے نقل کیا اور انہیں میں امام ہمام حجۃ الاسلام (غزالی) انہوں نے قواعد العقائد میں مجد والے آئمہ کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل کو ذکر کیا اور اس کے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی

[216] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفة بیروت ۷ /۳۸

[217] تمہید ابی الشکور السالمی الباب الحادی عشر القول السادس دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۶۵، خلاصة الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴ /۳۸۱

[218] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد السابع الفصل الثالث دار المعروفة بیروت ۷ /۳۹، تدریب الراوی شرح تقریب النوادی النوع التاسع والثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۱۹۶

الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم علی حسب ترتیبہم فی الخلافۃ اذ حقیقۃ الفضل ما ھو فضل عند اللہ عزوجل وذٰلک لا یطلع علیہ الا الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[219] وان یعتقد فضل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم و ترتیبہم وان افضل الناس بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالٰی عنہم[220] ومنہم الامام جبل الحفظ علامۃ الورٰی سیدنا ابن حجر العسقلانی والامام العلام احمد بن محمد القسطلانی و المولٰی الفاضل عبدالباقی الزرقانی و ناظم قصیدۃ بدء الامالی والفاضل الجلیل مولانا علی القاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حدثنا المولٰی الثقۃ الثبت سلالۃ العارفین السید الشریف الفاطمی سیدنا ابوالحسین احمد النوری قال سمعت شیخی ومرشدی سیدنا ومولانا اٰل الرسول الاحمدی قال سمعت الشاہ عبدالعزیز الدھلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی او کالقطعی۔

فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے اس لیے کہ حقیقتِ فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ یا آدمی صحابہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ اور انہیں میں امام حفظ کے پہاڑ علامہ جہاں سیدنا امام حجر عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد قسطلانی اور مولٰی فاضل عبدالباقی زرقانی اور قصیدہ بدء الامالی کے ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے حدیث بیان کی مولٰی ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید شریف فاطمی سیدنا ابوالحسین نوری نے انہوں نے فرمایا میں نے سنا اپنے شیخ اور مرشد آل رسول احمدی سے انہوں نے فرمایا میں نے سنا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے وہ فرماتے تھے شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے۔

---

[219] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعۃ المشہد الحسین القاہرہ ۱/ ۱۱۵

[220] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الاول مطبعۃ المشہد الحسین القاہرہ ۱/ ۹۳

اقول: ولك ان تحمل الترديد على التنويع دون التردد۔ فالمعنى قطعى بالمعنى الثانى وكالقطعى بالمعنى الاول۔ ومن ھٰھنا بان لك ان من قال رأينا المجمعين ايضًا ظانين غير قاطعين فقد صدق ان ارادالظن بالمعنى الاعم والقطع بالمعنى الاخص۔ ولا يضرنا ولا ينفعه وان عكس فقد غلط وھو محجوج بدلائل لاقبل له بها واللّٰه تعالٰى اعلم۔ ھذا جملة القول فى ھذا المقام وقد اشرنالك الى نكت تجلو بها الظلام اما التفصيل فقد فرغنا عنه فى كتاب التفضيل بتوفيق الملك الجليل۔ ولا حول ولا قوة الا باللّٰه	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اور تمہیں اختیار ہے کہ تردید کو تقسیم پر محمول کرو نہ کہ تردد پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر فضیلت شیخین قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے تمہیں ظاہر ہوگیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی ظن پر قائم ہیں قطعی فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظن بالمعنی الاعم مراد لیا اور قطعی بالمعنی الاخص کا قصد کیا۔ اور یہ کہ ہم کو نقصان دہ نہیں اور اس کو سود مند نہیں اور اگر وہ اس کا عکس مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا اُن نکتوں کی طرف جن سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل تو ہم اس سے فارغ ہوچکے ہیں۔ کتاب تفضیل میں اللہ ملک جلیل کی توفیق سے۔ اور برائی سے پھرنے اور نیکی یک طاقت نہیں مگر اللہ سے۔
لطيفة: قال الامام الرازى فى مفاتيح الغيب سورة و الليل سورة ابى بكر۔ و سورة والضحٰى سورة محمد عليه الصلوٰة والسلام ثم ماجعل بينهما واسطة ليعلم انه لا واسطة بين محمد صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم و ابى بكر فان ذكرت الليل اولًا وھو ابوبكر	**لطیفہ:** فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورہ واللیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورہ والضحٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت ہے۔ پھر اللہ تعالٰی نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

ثم صعدت وجدت بعده النهار وهو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان ذکرت والضحٰی اولا وھو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم نزلت وجدت بعدہ واللیل وھو ابوبکر لیعلم انہ لا واسطۃ بینھما[221] انتھی **اقول:** وکان تقدیم واللیل علی ھذا التقدیر لا نھا جواب عن طعن الکفار فی جناب الصدیق والضحٰی جواب عن طعنھم فی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تستلزم تبرئۃ الصدیق لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم اعلی وبراءۃ الاعلی لا توجب براء ۃ الادنی و تبرئۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یحکم تبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالطریق الاولٰی اذ انما بری لانہ عبد بذاك البریٔ النقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان فی تقدیم واللیل استعجالًا الی الجواب عن الطعنین معًا ولو اخرلتأخر الجواب عن طعن الصدیق۔ **اقول:** تسمیۃ سورۃ الصدیق	چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤگے تو وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور اگر تم پہلے والضحٰی کا ذکر کرو اور وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو پاؤگے اور وہ ابوبکر ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔ **اقول:** اور واللیل کو تقدیم اس تقدیر پر اس لیے ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے طعنہ کا جواب ہے اور والضحٰی ان کے طعنہ کا جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی براءت صدیق کی براءت کو مستلزم نہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی ہیں اور اعلٰی کی براءت ادنی کی براءت کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی براءت بدرجہ اولٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی براءت کا حکم کرتی ہے اس لیے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اس لیے بری ہوئے کہ اس بری نقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی جحت ہوئی اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہوجاتا۔ **اقول:** سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ

[221] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۳/ ۱تا ۳ المطبعۃ البھیتہ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۹

باللیل وسورۃ المصطفٰی بالضحٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ کانہ اشارۃ الٰی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور الصدیق وھداہ ووسیلۃ الی اللہ بہ یبتغی فضلہ ورضاہ والصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ راحۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووجہ انسہ وسکونہ واطمینان نفسہ وموضع سرہ ولباس خاصتہ فقد قال تبارک وتعالٰی "وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ "[222] وقال تعالٰی "جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ "[223] وتلمیح الی ان نظام عالم الدین انما یقوم بھما کما ان نظام عالم الدنیا یقوم بالملوین فلولا النھار لما کان ابصار ولولا اللیل لما حصل قرار فالحمد للہ العزیز الغفار۔	تعالٰی عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت کا نام ضحٰی رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس وسکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے "اور رات کو پردہ پوش کیا" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے "تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم حق مانو" اور یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو۔ تو اللہ عزیز غفار ہی کے لیے حمد ہے۔
لطیفۃ: استنباط القاضی الامام ابوبکر الباقلانی من الایات	**لطیفہ:** قاضی امام ابوبکر باقلانی نے اس آیۃ کریمہ سے حضرت سیدنا مرتضٰی پر فضیلت

[222] القرآن الکریم ۷۸/ ۱۰

[223] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۳

الکریمۃ وجھا اُخر لتفضیل سیدنا الصدیق علٰی سیدنا المرتضی لقاھما اللہ تعالٰی باحسن الرضا۔ انبانا السراج عن الجمال عن السندی عن الفلانی عن محمد سعید عن محمد طاھر عن ابیہ ابراھیم الکردی عن القشاشی عن الرملی عن الزین زکریا عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروز آبادی عن الحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الھروی عن محمد بن عمر الرازی قال فی مفاتیح الغیب" ذکر القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الامامۃ فقال ایۃ الواردۃ فی حق علی کرم اللہ وجھہ الکریم: " اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ﴿۱۰﴾ "والایۃ الواردۃ فی حق ابی بکر " اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾ " فدلت الایتان	صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی۔ اللہ تبارک و تعالٰی دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے۔ ہمیں خبر دی سراج نے وہ روایت کرتے ہیں جمال سے۔ وہ روایت کرتے ہیں سندی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد طاہر سے۔ وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم ردی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں رملی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے۔ وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر سے۔ وہ روایت کرتے ہیں مجد الدین فیروز آبادی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الہروی سے۔ وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی سے۔ انہوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامۃ میں ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہے "ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن اڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے" اور وہ آیت جو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں وارد ہوئی " صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

ان کل احد منهما انما فعل ما فعل لوجه الله الا ان اية على تدل على انه فعل ما فعل لوجه الله وللخوف من يوم القيمة على ما قال "انا نخاف من ربنا يومًا عبوسا قمطريرا" واما اية ابی بكر فانها دلت على انه فعل ما فعل لمحض وجه الله تعالٰی من غير ان يشوبه طمع فيما يرجع الى رغبة فی ثواب او رهبة من عقاب فكان مقام ابی بكر اعلٰی واجل[224] انتهٰی	سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا" یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لیے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اُتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روزِ قیامت کے ڈر سے کیا اس بناء پر انہوں نے کہا" بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے" اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اترنے والی آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لیے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے۔ تو ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقام اعلٰی اور اجل ہوا انتہی،
اقول: والتحقيق ان جملة جلة الصحابة الكرام رضی الله تعالٰی عنهم اجمعين ارقى فی مراقی الولاية والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من كل من دونهم من اكابر الاولياء العظام كائنين من كانوا۔ وشانهم رضی الله تعالٰی عنهم ارفع واعلٰی من ان يقصدوا	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلّہ صحابہ کرام مراتبِ ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقاکے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں۔ اور ان کی شان ارفع واعلٰی ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں۔ لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

[224] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آلایۃ ۹۲/ ۲۰ و۲۱ المطبعۃ البھتیہ المصرتیہ مصر ۳۱/ ۲۰۶ و۲۰۷

باعمالهم غیر الله سبحٰنه وتعالٰی لکن المدارج متفاوتة والمراتب مترتبة وشئی دون شئی وفضل فوق فضل۔ و مقام الصدیق حیث انتهت النهایات وانقطعت الغایات ذاهو رضی الله تعالٰی عنه کما صرح به امام القوم سیدی محی الملة والدین ابن عربی قدس الله تعالٰی سره الزکی امام الائمة ومالك الازمة ومقامه فوق الصدیقیة ودون النبوة التشریعیة ولیس احد بینه وبین مولاه الاکرم محمد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعلی اسم خاتم الرسالة ختمنا الرسالة، والحمد لله مولی الجلالة۔ تم الکتاب علی ثناء الهاشمی ختم الاله لنا علی اسم الخاتم "سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۚ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۚ﴿۱۸۱﴾ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۲﴾ "[225]۔	ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہوگئیں اس لیے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ امام القوم سیّدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے۔ ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان کوئی نہیں۔ اور خاتم رسالت کے نام ہم نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لیے حمد ہے جو مالک ہے جلالت کا۔ کتاب رسول ہاشمی کی ثناء پر تمام ہوئی اور اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ فرمائے۔ خاتم النبیین کے نام پر۔ "سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۚ﴿۱۸۰﴾ وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۚ﴿۱۸۱﴾ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۲﴾ "

رسالہ الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقی ختم ہوا

[225] القرآن الکریم ۳۷ / ۱۸۰ تا ۱۸۲